www.KitaboSunnat.com

سلسلۂ احیاء السنۃ النبویۃ

۱

سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟

محمد عاصم الحدّاد

— واحد تقسیم کار —

اسلامک پبلشنگ ہاؤس

۲- شیش محل روڈ (نزد داتا دربار) - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سلسلۃ احیاء السنّۃ النبویۃ

۱

برائے تبصرہ
ماہنامہ محدث لاہور

منیر احمد
27-2-89

سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟

محمد عاصم الحدّاد

www.KitaboSunnat.com

— واحد تقسیم کار —

اسلامک پبلشنگ ہاؤس

۲- شیش محل روڈ (نزد داتا دربار) - لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جملہ حقوق محفوظ)

مصنف و ناشر: محمد عاصم الحدّاد
۵-ای، منصورہ لاہور
فون: ۴۳۱۲۹۰

طابع :

مطبع :

کتابت: محمد یوسف خوش نویس

تعداد: ۱۱۰۰ (گیارہ سو)

تاریخ طبع: اگست ۱۹۸۸ء

واحد تقسیم کار: اسلامک پبلشنگ ہاؤس
۲-شیش محل روڈ، لاہور

قیمت: ۱۲ روپے

04780

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجات

فہرست ۳

پیش لفظ ۵

۱: باب اوّل : سنت اور حدیث کی تعریف اور ان کے مابین فرق ۷

(فائدہ : حدیث کی چند ضروری اصطلاحات) ۱۰

۲: باب دوم : سنت کا ماخذ : وحی ۱۲

۳: باب سوم : اتباعِ سنت کی فرضیت ۱۵

۱- قرآنِ کریم ۱۵

۲- اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹

۳- اتباعِ سنت کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل ۲۲

۴- اتباعِ سنت کے بارے میں ائمہ اربعہؒ کی ہدایات ۲۵

۴: باب چہارم : احکام میں سنت کا قرآن کے ساتھ مقام ۳۱

۵: باب پنجم : تاریخ تدوینِ سنت ۳۲

۶: باب ششم : حدیث کی اقسام : ۳۸

ا: راویوں کی تعداد کے لحاظ سے ۳۸

ب: حدیث بیان کرنے والے کی طرف نسبت کے لحاظ سے ۴۰

ج : مقبول یا غیر مقبول ہونے کے لحاظ سے : ۴۱

—— (۱) صحیح ۴۱

—— (۲) حَسَن (اور صحیح لِغَیرِہ) ۴۶

—— (۳) ضعیف (اور حسن لِغَیرِہ) ۴۶

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعیف حدیث کی اقسام: مُرسَل۔ منقطع۔ معضَل۔ معلَّق
مدلَّس۔ شاذّ۔ منکر۔ متروک
مُعَلّ یا معلول۔ مدرج۔ مقلوب
موضوع۔ ۴۷

۷: باب ہفتم ۱: صحیح احادیث کو رد کرنے کیلئے فقہاؑ کے چند اصول: ۵۴
ا: حنفیہ ۵۴
ب: مالکیہ ۷۴
باب ہفتم ۲: ضعیف احادیث کو صحیح قرار دینے کے لیے حنفی علماؑ
کے چند تازہ اصول ۸۰

۸: باب ہشتم: صحت و شہرت کے لحاظ سے کتب حدیث کے طبقات: ۸۴
۱۔ مؤطاؑ امام مالکؒ ۸۶
۲۔ صحیح امام بخاریؒ ۸۸
۳۔ صحیح امام مسلمؒ ۹۳
۴۔ سنن امام ابوداودؒ ۹۴
۵۔ جامع امام ترمذیؒ ۹۵
۶۔ سنن امام نسائیؒ ۹۵
۷۔ سنن امام ابن ماجہؒ ۹۶
۸۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ ۹۶

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب "سلسلۂ احیاء السنّۃ النبویہ" کی پہلی کتاب ہے۔ اس کا موضوع، جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے، ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تعارف کرانا اور دوسری طرف اُن اصولوں کا جائزہ لینا ہے جو بعض فقہاء کی طرف سے اس لیے پیش کیے گئے ہیں کہ محدثین کی صحیح قرار دی گئی بعض احادیث کو غیر معتبر ثابت کیا جائے اور اُن کے مقابلہ میں ان سے متصادم بعض ایسی احادیث کو معتبر گردانا جائے جن کی سند انتہائی ضعیف بلکہ بعض اوقات باطل ہے، صرف اس لیے کہ ان سے ان کے فقہی مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

یہ موضوع عربی مدارس کے علماء وطلبہ کے لیے نیا نہیں ہے کیونکہ وہ اسے آئے دن پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں۔ اس سے ناواقف صرف وہ لوگ — خصوصاً نوجوان — ہیں جو اپنی کوتاہیوں اور مجبوریوں کی وجہ سے عربی زبان کی تعلیم حاصل نہیں کر سکے اور حدیث وفقہ کی بڑی بڑی کتابوں تک ان کی رسائی نہیں ہے، اگرچہ اپنے فہم اور دینی موضوعات سے دلچسپی میں وہ عربی مدارس کے اکثر طلبہ سے کہیں آگے ہیں۔ اس لیے اس کتاب کو مرتب کرتے وقت میں نے ان ہی لوگوں کو اپنے سامنے رکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ بات مختصر اور آسان انداز میں ہو۔

دوسری بات جس کا میں نے خیال رکھا ہے وہ یہ کہ اس میں اُن مباحث کا تذکرہ نہ کیا جائے جو اگرچہ اپنی جگہ انتہائی اہم ہیں جیسے رجال (راویوں کے حالات) اور جرح وتعدیل، لیکن وہ عام اردو داں طبقہ کی دلچسپی کے نہیں ہیں اور نہ اُسے ان کی تفصیلات جاننے کی کبھی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا اس میں صرف ان ہی موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے جو ایک عام اردو داں قاری کی دلچسپی کے ہیں بلکہ، صحیح تر الفاظ میں، اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن کا جاننا اشد ضروری اور نہ جاننا — ایک مسلمان کی حیثیت سے — انتہائی معیوب ہے۔

تاہم عربی مدارس کے علمائے حضرات سے میری یہ گزارش ہے کہ اگر ان کے وقت میں گنجائش ہو، تو وہ بھی اس مختصر کتاب پر ایک نظر ڈالیں اور اس میں جو غلطیاں محسوس کریں ان پر میری اور قارئین کی توجہ مبذول فرمائیں تاکہ ان کی تصحیح اور تلافی کی کوئی صورت نکالی جا سکے۔ معاملہ چونکہ ایک اہم دینی موضوع — سنّت — سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے اس میں کسی غلطی پر اصرار کرنا اور جانتے بوجھتے اپنے آپ کو غلط راہ پر ڈالنا یا دوسروں کو غلط راہ دکھانا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

یہاں میں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب اور اس سلسلہ کی آئندہ آنے والی کتابوں، کی تالیف و اشاعت کا کام میں اپنی ذاتی حیثیت اور ذاتی وسائل سے کر رہا ہوں۔ ان کے مندرجات کی کوئی ذمہ داری کسی مقامی یا غیر مقامی ادارہ یا جماعت پر ہے اور نہ میرا کسی ادارہ یا جماعت سے کوئی تنظیمی تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری بلکہ ہم سب کی نیتوں کو شیطان کی دخل اندازیوں سے محفوظ رکھے،۔اور ہمیں اس دینِ خالص پر چلنے اور چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے جسے لے کر اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں مبعوث ہوئے تھے اور ہمارے دلوں کو اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی شخصیت اور گروہ کے تعصب سے پاک رکھے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۹، ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(۲۴، جولائی ۱۹۸۸ء)

محمد عاصم الحدّاد
۵-ای، منصورہ، لاہور ۱۸
فون: ۴۲۱۲۹۰

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنت اور حدیث کی تعریف
اور اُن کے مابین فرق

عربی زبان میں سنت کے معنی سیرت اور طریقہ کے ہیں، چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا۔ اسی معنی میں اس کا استعمال قرآن کریم اور سنت نبوی میں ہُوا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ۔[1]

جن لوگوں نے کفر کیا، ان سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ (اپنے بُرے اعمال سے) رُک جائیں تو ان کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر وہ پھر یہی (کام) کریں گے تو پہلے لوگوں کی "سنت" گزر چکی ہے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہُوا:

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔[2]

(یہ جو ہُوا) اللہ کی اس سنت (کے مطابق) ہُوا جو پہلے رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

---

[1] الانفال: ۳۸

[2] الفتح: ۲۳

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئٌ [1]

جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھی سنت جاری کی اس کے لیے اس کا اپنا اجر بھی ہے اور ان لوگوں کا اجر بھی جنہوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جس شخص نے اسلام میں کوئی بری سنت جاری کی، اس پر اس کا اپنا وبال بھی ہے اور ان لوگوں کا وبال بھی جنہوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ اُن کے وبال میں کچھ بھی کمی کی جائے۔

عربی زبان میں حدیث کے معنی نئی چیز کے ہیں اور اس کا اطلاق کلام پر بھی ہوتا ہے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔ کیونکہ وہ ایک نئی چیز کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس معنی میں اس کا استعمال قرآنِ پاک میں ہُوا ہے:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ [2]

اگر یہ سچے ہیں تو اس (قرآن) جیسی کوئی حدیث (یعنی نیا کلام) بنا کر لے آئیں۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہُوا:

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ [3]

تو اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ لوگ کس حدیث (کلام) پر ایمان رکھتے ہیں؟

عام محدثین کی اصطلاح میں یہ دونوں ــــ یعنی سنت اور حدیث ــــ ہم معنی الفاظ ہیں اور ان کے نزدیک ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت رکھنے والی کوئی چیز

---

[1] صحیح مسلم

[2] الطور : ۴

[3] الجاثیہ : ۶

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے چاہے وہ قول ہو یا فعل یا تقریر[1] یا صفت یا خبر اور چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کی ہو یا بعد کی۔

قول : جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ: اعمال نیتوں ہی کے ساتھ (معتبر) ہیں۔"

فعل : جیسے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو نماز وغیرہ کا طریقہ سکھایا کرتے تھے اور پھر فرماتے تھے "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي: اس طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"

تقریر : جیسے یہ کہ غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو بنی قریظہ کی طرف روانہ کیا اور اُن سے فرمایا: لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ: تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ پہنچ کر۔" ان میں سے بعض نے یہ سمجھا کہ بنی قریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھنا ضروری ہے، اس لئے انہوں نے وہاں پہنچ کر ہی نماز پڑھی اگرچہ سورج غروب ہو گیا تھا اور بعض نے کہا کہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہمیں تیز چلنے اور جلد سے جلد بنی قریظہ پہنچنے پر اُکسانا تھا، اس لئے انہوں نے عصر کا وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں گروہوں کے اجتہاد کا علم ہُوا تو آپ نے دونوں کو برقرار رکھا اور کوئی اعتراض نہ فرمایا۔

صفت : جیسے یہ کہ روایات میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسکراتے چہرہ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور آپ انتہائی کریم الاخلاق اور حلیم الطبع تھے۔

خبر : جیسے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے غار حراء جا کر عبادت کیا کرتے تھے کیونکہ اس قسم کی خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے بھی

---

[1] تقریر یا اقرار کے معنی ہیں کسی کام کو ہوتے دیکھنا اور اس پر اعتراض نہ کرنا یعنی اسے برقرار رکھنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس قدر بلند اخلاقی مقام رکھتے تھے۔

بعض محدثین کی رائے میں حدیث سے مراد وہ قول یا فعل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ روایت منقول ہو اور سنت اس کی بہ نسبت زیادہ عام چیز ہے اور اس سے مراد وہ عملِ عام ہے جو اسلام کے اولین عہد میں پایا جاتا تھا اور اسی لئے بعض محدثین کہتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ حدیث میں امام ہیں، سنت میں نہیں، اوزاعیؒ سنت میں امام ہیں حدیث میں نہیں۔ لیکن امام مالکؒ سنت میں بھی امام ہیں اور حدیث میں بھی۔

عام محدثین کی اصطلاح کے مطابق ہم اپنی اس کتاب میں سنت اور حدیث کو دو ہم معنی الفاظ کے طور پر استعمال کریں گے۔

"خبر" اور "اثر" کو بھی بعض فقہائے خصوصًا احناف۔ حدیث کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ علمائے اصولِ فقہ کے نزدیک سنت کا دائرہ بعثت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال یا تقریرات تک محدود ہے کیونکہ شریعت کے احکام ان ہی سے لئے جاتے ہیں۔

فقہا کے نزدیک سنت سے مراد وُہ طریقہ ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سمجھتے ہُوئے اس پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ فرض یا واجب نہیں ہوتا جیسے فرض نمازوں سے پہلے یا اُن کے بعد پڑھی جانے والی سنتیں یا نماز میں رفع الیدین کی سنت وغیرہ۔

بعض اوقات "سنت" کا لفظ "بدعت" کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص سنت پر (عامل) ہے اور فلاں بدعت پر، جب پہلے شخص کا طرزِ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اور دوسرے کا طرزِ عمل اس کے خلاف ہو۔

فائدہ : اس موقع پر حدیث سے متعلق چند ضروری اصطلاحات کا جان لینا بھی مفید ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم ان کا مختصراً تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔ راوی اور روایت : راوی سے مراد وہ شخص ہے جو حدیث کو اپنے سے پہلے کسی شخص سے لیتا اور اسے اپنے بعد کسی شخص کی طرف منتقل کرتا ہے۔ اس کے اس کام کو روایت کہا جاتا ہے اور اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک سَنَد یا اِسناد یعنی متن تک

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچانے کا ذریعہ یا واضح تر الفاظ میں وُہ تمام راوی جو حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ اور دوسرا متن یعنی حدیث کا مضمون یا اس کے وہ الفاظ جن تک سند پہنچاتی ہے۔

۲۔ **درایت** : اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کے حال پر غور کیا جائے: آیا وہ اس قابل ہے کہ اس سے حدیث لی جائے؟ اور روایت کا حال بھی دیکھا جائے: آیا وہ اس قابل ہے کہ کسی شرعی حکم کو ثابت ماننے کے لئے اس پر اعتماد کیا جائے؟

۳۔ **مُحدّث** : اس سے مراد وہ شخص ہے جو حدیث کو قبول کرتا، درایت کے پہلو سے اس پر غور و فکر کرتا، متون کو یاد کرتا اور راویوں کے حالات، ان کی تاریخ پیدائش و وفات اور ان کی جرح و تعدیل کا علم رکھتا ہو۔

۴۔ **حافظ** : اس سے مراد وہ محدّث ہے جسے تقریباً ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہوں۔

۵۔ **حُجّۃ (حجت)** : اس کا درجہ حافظ سے بلند تر ہے یعنی وُہ جسے تقریباً تین لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہوں۔

۶۔ **حاکم** : اس سے مراد وہ محدّث ہے جو متن و سَند، جرح و تعدیل، تاریخ، علل اور ناسخ و منسوخ کے پہلو سے تمام منقول روایات کا علم رکھتا ہو اور ان میں تضاد نظر آئے تو ان کے درمیان تطبیق دے سکتا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

سنّت کا ماخذ: وحی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوتی تھی وہ دو طرح کی تھی:

۱۔ متلو (جس کی تلاوت کی جاتی ہو): یعنی قرآن حکیم۔

۲۔ غیر متلو (جس کی تلاوت نہ کی جاتی ہو): اس سے مراد سنت یا حدیث ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[1]

اور وہ خواہش نفس سے نہیں بولتا وہ تو ایک وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔[2]

جس نے رسول کی اطاعت کی، حقیقت میں اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرت مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا اِنِّیْ اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ۔[3]

سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس جیسی ایک اور چیز۔

حسان بن عطیہؒ سے روایت ہے کہ جبریلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی طرح

---

[1] نجم: (۳-۴)

[2] نساء: ۸۰

[3] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی لے کر آیا کرتے تھے جیسے قرآن لے کر آتے تھے اور اسے آپ کو اسی کی طرح سکھایا کرتے تھے۔ (ابوداود فی المراسیل)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اجتہاد جو وحی نازل نہ ہونے کی صورت میں بعض مواقع پر آپ نے فرمایا، اس کا حکم بھی وحی کا ہے کیونکہ ان مواقع پر اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ نہ دیتا بلکہ آپ کا اجتہاد اگر صحیح ہوتا تو اسے برقرار رکھتا اور اگر غلط ہوتا تو اس کی تصحیح کر دیتا۔

البتہ چند امور ایسے ہیں جن میں سنت قرآن سے مختلف ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن اپنے الفاظ اور معانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور سنت کے صرف معانی نازل ہوتے ہیں۔ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہوتے ہیں۔ اور کبھی معانی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی طرف سے ہوتے ہیں اور وہ اس وقت جب آپ کسی معاملہ میں اجتہاد کرتے ہیں۔

۲۔ قرآن کا نزول ہمیشہ بذریعہ "وحیٔ جلی" ہوتا ہے یعنی حضرت جبریلؑ کے ذریعہ سے اور حدیث کا نزول دوسرے ذرائع سے بھی ہوتا ہے۔

۳۔ قرآن کی نماز میں تلاوت کے ذریعہ عبادت کی جاتی ہے اور سنت کی تلاوت سے عبادت نہیں ہوتی۔

۴۔ قرآن اپنے اندر اعجاز رکھتا ہے اور اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمام عربوں کو چیلنج دیا۔ سنت کی یہ حیثیت نہیں ہے۔

۵۔ قرآن سارے کا سارا بذریعہ تواتر منقول ہے اور سنت کا بیشتر حصہ بذریعہ اخبار آحاد نقل ہوا ہے اور اس کا کچھ حصہ بذریعہ تواتر نقل ہوا ہے۔

حدیث کی ایک قسم "حدیث قدسی" ہے جسے "حدیثِ الٰہی" اور "حدیثِ ربانی" بھی کہا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرتے ہیں۔ اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اس لحاظ سے اس میں اور قرآن میں فرق

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ قرآن کا نزول ہمیشہ بذریعہ "وحی جلی" ہوتا ہے یعنی اسے جبریل ہی لے کر آتے ہیں اور حدیث قدسی کا نزول۔ عام حدیث کی طرح۔ کبھی بذریعۂ جبریل ہوتا ہے اور کبھی وحی کے دوسرے طریقوں سے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کے معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ اس لحاظ سے اس میں اور عام حدیث میں فرق یہ ہے کہ اس کے معانی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور عام حدیث کے معانی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی طرف سے اور وہ اُس وقت جب آپ کسی معاملہ میں اجتہاد کرتے ہیں جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ دوسری تمام باتوں میں "حدیث قدسی" "عام حدیث" ہی کی طرح ہے[1]

---

[1] شیخ محمد بن محمد ابو شہبہؒ کی کتاب "الوسیط فی مصطلح الحدیث" سے خلاصہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

اتباعِ سنت کی فرضیت

سنت اسلام میں حجت یعنی واجب الاتباع ہے۔ اس حقیقت سے کوئی مسلمان، مسلمان ہوتے ہوئے ناواقف نہیں ہے۔ اس کے دلائل ہمیں قرآن سے بھی ملتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے بھی۔ اسی پر صحابہ کرامؓ، تابعین اور بعد کے تمام علمائے اُمت کا تعامل رہا، اور اسی کی تلقین ائمہ اربعہ اور دوسرے تمام ائمہ نے اپنے اقوال و افعال سے کی۔ ذیل میں ہم ان سب کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں:

۱: قرآنِ کریم

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے پر ایمان لانے اور اپنی اطاعت کے فرض ہونے کا ذکر کیا ہے، وہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور آپ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ [1]	اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسی لئے بھیجا کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

دوسری آیت میں فرمایا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [2]	اور اللہ و رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

تیسری آیت میں ارشاد ہوا:

---

[1] النسا: ۶۴ [2] آلِ عمران: ۱۳۲

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [1] — جس نے رسول کی اطاعت کی در حقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ان آیات میں جس مضمون کا ذکر ہوا ہے اس کی بنیاد پر امام شافعیؒ کہتے ہیں :

"جو شخص اللہ کی کتاب سے اس کے عائد کردہ فرائض قبول کرے گا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی اطاعت کو بھی قبول کرے گا۔ اس لئے کہ اللہ نے (قرآن میں) مخلوق پر اپنے رسول کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔" [2]

دوسری جگہ امام شافعیؒ لکھتے ہیں :

"یہ جو میں نے بتایا کہ اللہ نے لوگوں پر اپنے رسول کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ کی سنت کو اللہ ہی کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اس لئے جس شخص نے اس کا اتباع کیا، اس نے اللہ کی کتاب ہی کی بنا پر اس کا اتباع کیا۔" [3]

رسول ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس لحاظ سے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے کہ آپ کی حیثیت شارع ہونے کی ہے اور آپ کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ فرمایا :

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا [4] — اور جو تمہیں رسول دے اسے لو اور جس سے وہ تمہیں منع کرے (اس سے) رک جاؤ۔

دوسری آیت میں فرمایا :

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ — جو اس نبی امی رسول کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے پاس توراۃ و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں معروف کا حکم دیتا، منکر سے

---

[1] النساء : ۸۰ — [2] الرسالۃ : ص ۳۳

[3] الرسالۃ : ص ۱۰۹ — [4] الحشر : ۷

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ [1]

روکتا، ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا، گندی چیزوں کو حرام کرتا اور ان سے ان کا وہ بوجھ اور ان کی وہ بیڑیاں ہٹاتا ہے جو ان پر پڑی ہوئی تھیں۔

اس لحاظ سے بھی آپ کی اطاعت فرض ہے کہ صرف آپ ہی وہ واحد ذریعہ ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضامندی حاصل کی جا سکتی ہے۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ [2]

کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

اس لحاظ سے بھی آپ کی اطاعت فرض ہے کہ آپ مسلمانوں کی زندگی کے تمام امور میں حاکم اور فیصلہ دینے والے ہیں۔ فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ [3]

تو اے نبی! آپ کے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے درمیان ہونے والے جھگڑوں میں آپ کو فیصلہ دینے والا نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلہ آپ کریں، اس کی طرف سے اپنے آپ میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اسے بسر و چشم تسلیم کر لیں۔

دوسری آیت میں فرمایا:

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ

ایمان لانے والوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (یعنی رسول)

---

[1] الاعراف : ۱۵۷

[2] آلِ عمران : ۳۱

[3] النساء : ۶۵

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَهُمْ اَنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا [1]
ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان کا کہنا یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔

اس لحاظ سے بھی آپ کی اطاعت فرض ہے کہ آپ قرآن کی تشریح و تفسیر کرنے والے ہیں۔ فرمایا :

وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ [2]
اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

یہاں ذکر کو بیان کرنے یعنی بتانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ قرآن کے مجمل کی تفصیل، مشکل کی تفسیر، مطلق کی تقیید اور عام کی تخصیص کریں۔ کیونکہ اس کے بغیر کسی کے لئے اسے سمجھنا اور اس کا اتباع کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

اس لحاظ سے بھی آپ کی اطاعت فرض ہے کہ آپ لوگوں کو قرآن و حکمت کی تعلیم دینے اور ان کا تزکیہ کرنے والے ہیں۔ فرمایا :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ [3]
اللہ نے اہلِ ایمان پر یہ احسان کیا کہ اس نے خود ان میں سے ان کی طرف ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

"حکمت" — جیسا کہ آپ اس آیت میں دیکھتے ہیں۔ کتاب (قرآن) کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہے۔ اور اس سے مراد دین کے وہ اسرار اور شریعت کے وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائے اور اسی کو اکثر محقق علماء سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں :

www.KitaboSunnat.com

---

[1] النور : ۵۱
[2] النحل : ۴۴
[3] آل عمران : ۱۶۴

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللہ کے ذکر سے مراد اس کی کتاب (قرآن) ہے اور حکمت کے بارے میں میں نے قرآن کا علم رکھنے والے علماء سے سنا ہے کہ اس سے مراد سنت ہے۔ یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ قرآن کا ذکر کرنے کے بعد حکمت کا ذکر کیا گیا اور اللہ نے اپنی مخلوق پر اپنا یہ احسان جتایا کہ انہیں اس کے رسول نے کتاب اور حکمت کی تعلیم دی تو اس جگہ حکمت سے مراد رسول کی سنت کے سوا کوئی اور چیز لی ہی نہیں جا سکتی۔" [1]

اور اس لحاظ سے بھی آپ کی اطاعت فرض ہے کہ آپ مسلمانوں کے تمام چھوٹے اور بڑے معاملات میں ان کے لئے پیشوا اور نمونۂ اتباع ہیں۔ فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ [2]	تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک نمونۂ اتباع ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کی اُمید رکھتا ہو۔

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اقوالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو اپنی اطاعت اور اپنی سُنت کے اتباع کا حکم دیا، اُسے دوسروں تک پہنچانے اور اس کی حفاظت کرنے کی تلقین فرمائی اور اپنی نافرمانی اور اپنی سنت سے منہ موڑنے کے بُرے نتائج سے ڈرایا ہے۔ اس سلسلہ کی چند احادیث کا ہم ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں:

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے، سوائے اس شخص کے جس نے ابا (انکار) کیا۔" کہا گیا "اے اللہ کے رسول! ابا کون کرتا ہے؟" فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے ابا کیا۔" [3]

---

[1] الرسالہ: ص ۷۸ [2] الاحزاب: ۲۱ [3] صحیح بخاری

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
" میں تم میں اپنے بعد دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، انہیں تھامے رکھنے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے : ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت، یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض پر مجھ سے آ ملیں گی۔" [۱]

۳۔ حضرت عمرو بن معدیکرب رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز دی گئی ہے" [۲]

۴۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "جس نے میری سنت سے بے رغبتی دکھائی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔" [۳]

۵۔ حضرت انس رضؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔" [۴]

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس میرے لائے ہوئے (پیغام) کے تابع نہیں ہو جاتی" [۵]

۷۔ حضرت ابو نجیح عرباض رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسا وعظ سنایا جس سے دل کانپ گئے اور آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔ ہم نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی الوداع کہنے والے کا وعظ ہے" فرمایا "میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع و طاعت کی وصیت کرتا ہوں چاہے تم پر کوئی غلام ہی امیر بن جائے اور جو شخص زندہ رہا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ ایسے میں تم میری

---

[۱] مستدرک حاکم
[۲] ابوداؤد
[۳] صحیح مسلم
[۴] ترمذی
[۵] شرح السنۃ للبغوی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو انتہائی مضبوطی سے تھامے رہو اور دین میں نئی نئی چیزوں سے بچو اس لئے کہ ہر بدعت (نئی چیز) ضلالت ہے۔"[1]

۸۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے "اللہ اس شخص کو سرخرو کرے جس نے میری کوئی بات سن کر اسے یاد کیا، ذہن میں اتارا اور پھر اسے اسی طرح آگے تک پہنچایا جیسا مجھ سے سنا بعض اوقات جس شخص کو کوئی بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ اسے ذہن میں رکھنے والا ہوتا ہے۔"[2]

۹۔ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھ سے جو کچھ سنتے ہو اسے دوسروں سے بیان کرو لیکن جو کہو سچ کہو اور جس نے مجھ سے کوئی جھوٹی بات منسوب کی، اس کے لیے جہنم میں ایک گھر بنا دیا گیا جہاں وہ چڑے چگے گا۔"[3]

۱۰۔ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے میرے بعد کسی مری ہوئی سنت کو زندہ کیا، اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا ان لوگوں کو جنھوں نے اس پر عمل کیا، بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو، اور جس نے گمراہی کی کوئی نئی بات ایجاد کی جسے اللہ اور اس کا رسول پسند نہ کرتے ہوں، اس پر اتنے ہی گناہ ہوں گے جتنے ان لوگوں پر جنھوں نے اس پر عمل کیا، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے۔"[4]

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت کا اتباع کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بجا لانا مسلمانوں پر تا قیامت فرض ہے، یہ نہیں کہ یہ اطاعت ان پر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پہلے فرض تھی جیسا کہ آج

---

[1] ابوداؤد۔ ترمذی
[2] ابوداؤد۔ ترمذی۔ شافعی۔ بیہقی
[3] طبرانی
[4] ابن ماجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کل کے بعض منکرین سنت کہتے ہیں۔

۴۔ اتباعِ سنت کے بارے میں صحابہ کرام کا طرزِ عمل

اُوپر ہم نے قرآنِ کریم کی جن آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اقوالِ مبارکہ کا ذکر کیا ہے یا جن کا ذکر نہیں کیا، ان کی روشنی میں صحابہ کرام اپنی تمام عبادات اور معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اتباع کرتے تھے۔ جو کام آپ کرتے اُسے کرتے اور جسے آپ نہ کرتے، اس سے دور رہتے تھے۔ چاہے انہیں اس کے سبب اور اس کی حکمت کا پتہ چلتا یا نہ چلتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ انگوٹھی اتار پھینکی اور فرمایا "میں اسے کبھی نہ پہنوں گا" تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔[1]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے کہ یکایک آپ نے اپنے جوتے اتار کر انہیں اپنی بائیں جانب رکھ دیا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتار دیئے؟" انہوں نے عرض کیا "ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میں نے تو اس لئے یہ کام کیا تھا کہ) جبرئیلؑ نے آکر مجھے خبردار کیا کہ میرے جوتوں کو گندگی لگی ہے۔"

اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ جو سنن ابوداود میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ ایک جمعہ کے دن وہ مسجد آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرما رہے ہیں "بیٹھ جاؤ" اسی وقت وہ مسجد کے دروازے میں، جہاں وُہ تھے بیٹھ گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا "اے عبداللہ بن مسعود! آگے آؤ"[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی صحابہ کرامؓ کا سنت سے یہ لگاؤ برقرار رہا۔ اس سلسلہ کے چند واقعات کا ہم ذیل میں بطور مثال تذکرہ کرتے ہیں :-

۱ :- میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب کوئی مسئلہ درپیش آتا تو آپ کتاب اللہ پر غور کرتے۔ اگر اس میں کوئی چیز مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر کتاب اللہ میں کوئی چیز نہ ملتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر غور کرتے۔ اگر اس سے کوئی چیز مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر اس میں آپ کو خود کوئی چیز نہ ملتی تو لوگوں سے دریافت کرتے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایسے کسی مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ دیا تھا؟ تو بعض اوقات کچھ لوگ کھڑے ہو کر بتاتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اور یہ فیصلہ دیا تھا (تو آپ اس کے مطابق فیصلہ کرتے) اور اگر آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت نہ ملتی تو آپ لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے[۲]

۲ :- قبیصہ بن ذؤیبؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک دادی آئی اور اس نے میراث میں سے اپنے حصّے کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے کوئی چیز نہیں ہے اور نہ مجھے سنت میں تمہارے لئے کسی حصّہ کا علم ہے۔ اس لئے واپس جاؤ، میں لوگوں سے دریافت کروں گا" پھر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے اس کو (یعنی دادی کو) چھٹا حصّہ دیا" حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی گواہی دینے والا ہے؟" تو محمد بن مسلمہ انصاریؓ نے کھڑے

---

[۱] ابوداود

[۲] اعلام الموقعین : ج ۱ ص ۶۲

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر مغیرہ بن شعبہؓ جیسی بات کہی، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے نافذ کر دیا۔[1]

۳:۔ اپنی شہادت سے چند روز پیشتر حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ! میں شہروں کے امراء کے بارے میں تجھے گواہ بناتا ہوں۔ میں نے اُن کو اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو ان کا دین بتائیں اور اُن کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دیں، ان کے درمیان مال غنیمت کی عدل و انصاف سے تقسیم کریں اور اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے تو مجھے اس سے مطلع کرے۔"[2]

۴:۔ ہشام بن یحییٰ مخزومیؒ کہتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آ کر سوال کیا کہ ایک عورت حیض کی حالت میں ہے اور اس نے نحر کے دن کعبہ کا طواف کر لیا ہے تو کیا وہ (طواف الوداع کئے بغیر) روانہ ہو سکتی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا "نہیں"۔ وہ شخص کہنے لگا: "مجھے تو ایسی عورت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی رائے کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔" حضرت عمرؓ نے اس پر کوڑا اٹھا لیا اور فرمایا: "جس مسئلہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم فتویٰ دے چکے ہیں اس میں مجھ سے سوال کیوں کرتے ہو؟"[3]

۵:۔ حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ کو جو خط بھیجا، اس میں یہ عبارت آئی ہے:

"اگر آپ کو اللہ کی کتاب میں کوئی چیز مل جائے تو اسی کے مطابق فیصلہ دیجیے۔ اور کسی دوسری چیز کا رُخ نہ کیجیے اور اگر آپ کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس کا حکم قرآن میں نہیں ہے تو اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ دیجیے اور اگر اس مسئلہ کا حکم قرآن میں ہو اور نہ سنت میں تو جس پر سب لوگ متفق ہو جائیں اس کے مطابق فیصلہ دیجیے۔"[4]

۶:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب تم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا

---

[1] بخاری، مسلم، ابوداؤد
[2] دارمی
[3] ابوداؤد
[4] اعلام الموقعین: ج ۱ ص ۴۹

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے تو پہلے اللہ کی کتاب میں دیکھو۔ اگر اللہ کی کتاب میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں دیکھو اور اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی نہ ملے تو جس پر سب لوگ اتفاق کریں اس کے مطابق فیصلہ دو[1]

۷:۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے پوچھا گیا کہ قضا کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ فرمایا "اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ دو۔ اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ دو۔ اور اگر وہ اس میں بھی نہ ملے تو اہلِ رائے کو بلاؤ اور اجتہاد کرو۔"[2]

۴۔ اتباعِ سنت کے بارے میں ائمہ اربعہؒ کی ہدایات

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سنت کو مضبوطی سے تھامنے اور اپنانے اور کسی اور کا کوئی قول اس کے خلاف نظر آئے تو اس قول کو ترک کر دینے کے بارے میں ائمہ اربعہؒ سے جو اقوال منقول ہیں، ان میں سے چند کا یہاں تذکرہ کر دیا جائے۔

امام ابو حنیفہؒ آپ فرمایا کرتے تھے "تم اللہ کے دین کے بارے میں رائے سے کوئی بات کہنے سے پرہیز کرو اور سنت کا اتباع کرو، اس لیے کہ جو اس سے نکلا آزاد ہو گیا" ایک مرتبہ کوفہ کا ایک شخص آپ کی مجلس میں آیا۔ اس نے دیکھا کہ حدیث پڑھی جا رہی ہے۔ کہنے لگا "ان احادیث کو رہنے دو، ان کی ہمیں ضرورت نہیں۔" آپ نے اسے سختی سے ڈانٹا اور فرمایا "اگر سنت نہ ہوتی تو کوئی شخص قرآن کو نہ سمجھ پاتا......" اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے "کسی کے لیے کوئی بات کہنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اسے قبول کرتی ہے یا نہیں؟"[3]

---

[1] دارمی

[2] دارمی

[3] قواعد التحدیث ص ۵۲ نقلاً عن [illegible] لطائف المنن الاخلاص: ص ۶۲، ۶۳

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے یہ بھی فرمایا "إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي : اگر حدیث صحیح قرار پا جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔" [۱]

نیز آپ نے فرمایا : " اگر میں کوئی بات (قول) کہوں اور وہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی خبر (حدیث) کے خلاف ہو تو میری اس بات کو چھوڑ دو۔" [۲]

امام مالکؒ آپ نے فرمایا : " میں ایک بشر ہوں، غلطی بھی کرتا ہوں اور صحیح بات بھی کرتا ہوں۔ اس لیے تم لوگ میری رائے پر غور کر لیا کرو۔ اس میں جو چیز کتاب و سنت کے مطابق ہو، اسے لے لیا کرو اور جو کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو، اُسے چھوڑ دیا کرو۔" [۳]

---

[۱] ردالمحتار ج ۱ ص ۶۸ --- ردالمحتار میں ابن ہمامؒ کے شیخ ابن شعنہ کبیرؒ کی کتاب "شرح الہدایہ" میں یہ عبارت بھی نقل کی گئی ہے " اگر حدیث صحیح قرار پا جائے اور وہ مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائیگا اور وہی مذہب ہوگا اور اس پر عمل کرنے سے کوئی شخص حنفی ہونے سے خارج نہیں ہو جائیگا۔

[۲] شیخ محمد ناصرالدین البانی کی کتاب " صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم " ص ۱۵۔ نقلاً عن ایقاظ الھمم للشیخ صالح الفلانی ص ۵۰ ۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے تقریباً تہائی مذہب میں اپنے شیخؒ کے خلاف اپنی رائے دی (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۷)۔ نیز " البحر الرائق" ج ۶ ص ۲۹۳ اور " رسم المفتی" ج ۱ ص ۲۸ میں مذکور ہے کہ شیخ عصام بن یوسف بلخیؒ (جو امام محمد بن حسنؒ کے شاگرد اور امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں پابندی سے حاضر رہنے والوں میں سے تھے) اکثر امام ابو حنیفہؒ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے جبکہ انہیں اس کی دلیل کا پتہ نہ چلتا اور کسی دوسرے کی دلیل کا پتہ چل جاتا تو وہ اس کے مطابق فتویٰ دیتے۔" ان ہی کے بارے میں " الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ" ص ۱۱۶ میں ہے کہ وہ نماز میں رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔" اور اس کے باوجود ممتاز حنفی ائمہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

[۳] جامع البیان العلم و فضلہ : ج ۲ ص ۳۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز آپ نے فرمایا: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی بات لی جا سکتی ہے اور چھوڑی جا سکتی ہے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہیں چھوڑی جا سکتی"[1]

امام شافعیؒ اس مضمون سے متعلق آپ کے اقوال حدِ تواتر کو پہنچتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب "الرسالۃ" میں فرماتے ہیں "اگر کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو وہ اس شخص کے لئے لازم ہے جسے اس کا پتہ چلے۔ اسے کوئی دوسری چیز نہ مضبوط بناتی ہے اور نہ کمزور کرتی ہے۔ بلکہ اس کا اتباع کرنا سب پر فرض ہے اور اللہ نے کوئی ہستی ایسی نہیں رکھی جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات چل سکتی ہو" (ص ۲۲) آپ یہ بھی فرماتے ہیں: جس چیز کا پتہ سنت سے چلے تو کوئی دوسرا شخص وہ حجت نہیں ہے جس کا قول سنت کے خلاف جا سکتا ہو" (ص ۵۰۷) نیز فرماتے ہیں: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی شخص کے لئے کوئی حجت نہیں ہے" (ص ۵۰۷)

امام حاکمؒ اور بیہقیؒ نے امام شافعیؒ کے بارے میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے" اذا صح الحدیث فھو مذھبی: جب حدیث صحیح قرار پا جائے تو وہی میرا مذہب ہے"۔ ابن حزمؒ اس کی یوں تشریح کرتے ہیں: "یعنی جب وہ اُن کے نزدیک یا کسی اور امام کے نزدیک صحیح قرار پا جائے"

ایک دوسری روایت میں آپ فرماتے ہیں: "اگر تم دیکھو کہ (کسی مسئلہ میں) میرا کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے خلاف ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار سے دے مارو" ایک مرتبہ آپ نے اپنے شاگرد ربیع بن سلیمانؒ (جنھوں نے آپ کی کتاب "الام" مرتب کی) سے فرمایا: اے ابو اسحاق! تم ہر بات میں میری تقلید نہ کرو (یعنی اسے دلیل جانے بغیر نہ مان لو) بلکہ اس پر اپنے لیے غور کر لو کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے"۔ صحیح روایت میں آپ سے یہ بھی منقول ہے

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبرؒ: ج ۲، ص ۹۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ نے فرمایا "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں کوئی حدیث روایت کروں اور اس پر عمل نہ کروں تو سمجھ لو کہ میری عقل جا چکی ہے" اور یہ کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی سنت کے ہوتے ہوئے کسی کا قول (معتبر) نہیں ہے"

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا اور آپ نے فتویٰ دیا اور کہا: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اس شخص نے کہا "کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں؟" فرمایا "کیا تم میری کمر میں زُنّار (عیسائی راہبوں کی کمر پہ پہننے کی پٹی) دیکھ رہے ہو؟ کیا تم نے مجھے گرجا سے نکلتے دیکھا ہے؟ میں کہتا ہوں: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ "کیا آپ بھی یہی کہتے ہیں" نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت ہو اور میں اس کا قائل نہ ہوں"[1]

آپ امام احمد بن حنبلؒ سے فرمایا کرتے تھے "اے ابو عبداللہ! آپ لوگوں کو حدیث اور راویوں کا مجھ سے زیادہ علم ہے۔ اگر صحیح حدیث ملے تو مجھے اس کی اطلاع ضرور دے دیا کریں۔ چاہے وہ کوفی ہو یا بصری یا شامی تاکہ میں اسے اختیار کروں اور اس پر عمل کروں، جب وہ صحیح ہو"[2]

امام احمد بن حنبلؒ آپ ـــ جیسا کہ سب جانتے ہیں ـ ائمہ اربعہ میں سب سے زیادہ احادیث کو جمع کرنے اور ان پر سختی سے عمل کرنے والے تھے۔ آپ کا قول ہے "میری تقلید کرو، نہ مالکؒ کی، نہ شافعی کی، نہ اوزاعیؒ کی اور نہ ثوریؒ کی بلکہ جہاں سے انہوں نے لیا، تم بھی لو" اور یہ کہ "جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کیا، وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے"[3]

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبرؒ ج ۲ ص ۲۶۶۔ [2] ایضاً: ج ۲ ص ۷۵

[3] "مناقب الامام احمد" لابن الجوزیؒ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باب چہارم

احکام میں سنت کا قرآن کے ساتھ مقام

قرآن کے ساتھ سنت کے احکام تین طرح سے آتے ہیں :

۱ :۔ ایک اس طرح سے کہ وہ قرآنی احکام کے مطابق اور ان کی تائید کرنے والے ہوں، جیسے وہ احکام جو ان احادیث میں آئے ہیں جو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے فرض ہونے کا ذکر کرتی ہیں اور ان میں ان کے شرائط و ارکان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ قرآنی احکام کے ساتھ ان کا توارد ہے۔ جیسے یہ حدیث ہے کہ "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے : لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی شہادت دینا۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور استطاعت کی صورت میں اللہ کے گھر کا حج کرنا" یہ حدیث قرآن میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق ہے : "وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" : اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو" اور اس حکم کے "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ" : اے ایمان لانے والو ! تم پر روزے فرض کیے گئے" اور اس حکم کے : وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا : اور لوگوں پر اللہ کے گھر کا حج کرنا ہے، جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے"

۲ :۔ دوسرے اس طرح سے کہ ان میں قرآنی احکام کی تشریح و توضیح ہو یعنی وہ قرآن کے مطلق کی تقیید، مجمل کی تفصیل اور عام کی تخصیص کرنے والے ہوں۔ جیسے اُن احادیث میں آنے والے احکام جن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، خرید و فروخت اور دوسرے معاملات کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

۳ :۔ تیسرے اس طرح سے کہ وہ قرآنی احکام پر اضافہ ہوں یعنی ان میں کسی ایسی چیز کو فرض قرار دیا گیا ہو جس کے فرض یا حرام ہونے کے بارے میں قرآن ساکت ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا کسی ایسی چیز کو حرام کیا گیا ہو جسے حرام قرار دینے یا نہ دینے کے بارے میں قرآن ساکت ہو جیسے پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کو حرام قرار دینا، شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا اور دو گواہ نہ مل سکنے کی صورت میں قسم کے ساتھ ایک ہی گواہی کو قبول کر لینا وغیرہ۔

پہلی دو قسم کے احکام کے بارے میں علمائے اہلِ سنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سب تسلیم کرتے ہیں کہ سنت میں ایسے احکام آئے ہیں اور وہ واجب الاتباع ہیں اور یہ کہ سنت میں مذکور احکام زیادہ تر ایسے ہی ہیں۔ البتہ تیسری قسم کے احکام میں ان کے درمیان اختلاف ہوا ہے اور وہ دو پہلوؤں سے :

پہلا پہلو یہ کہ وہ کس حیثیت سے آئے ہیں ؟ آیا اس حیثیت سے کہ قانون دینے میں سنت قرآن سے الگ اپنا وجود رکھتی ہے یا اس حیثیت سے کہ وہ قرآنی نصوص کے تحت داخل ہیں ؟

دوسرا پہلو یہ کہ آیا انہیں ثابت تسلیم کر لیا جائے کہ ان کا اتباع ضروری ہو، اسی طرح جس طرح پہلی دونوں قسموں کے احکام کا اتباع ضروری ہے ؟

پہلے پہلو کے لحاظ سے جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ احکام اس حیثیت سے آئے ہیں کہ قانون دینے میں سنت قرآن سے الگ اپنا وجود رکھتی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ : " جس نے رسول کی اطاعت کی، درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کہ "سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز۔"

علماء کے ایک گروہ، جس میں امام شاطبیؒ شامل ہیں، کا مسلک یہ ہے کہ یہ احکام قرآنی نصوص کے تحت داخل اور ان ہی کے تابع ہیں کیونکہ سنت قرآن ہی کی تشریح اور اپنے مطالب میں اسی کی طرف رجوع کرنے والی چیز ہے۔ وہ اس کے مجمل کی تفسیر کرتی، اس کے مشکل کا ازالہ کرتی اور اس کے عام کی تخصیص کرتی ہے اور اسی کی طرف قرآن نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ۔ "ہم نے کتاب میں کوئی چیز ذکر کیے بغیر نہیں چھوڑی"

اور اسی کو دوسری آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔ "اور ہم نے آپ کی طرف ذکر اتارا تاکہ آپ لوگوں کو وہ سب بتائیں جو اُن کی طرف اتارا گیا ہے"

علماء کے یہ دونوں گروہ اس موضوع سے متعلق آیات اور احادیث کی اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق تفسیر کرتے ہیں۔ البتہ دوسرے گروہ کو بعض ایسی دوراز کار تاویلات کا سہارا لینا پڑا ہے جن کو سمجھنے کے لیے خاص ذہنی مشقت کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں گروہوں کا یہ اختلاف محض لفظی ہے کیونکہ دونوں کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ سنت میں ایسے نئے احکام پائے جاتے ہیں جو قرآن میں نہیں ہیں"۔[1]

دوسرے پہلو سے یعنی اس پہلو سے کہ سنت کے ان احکام کو ثابت تسلیم کر لیا جائے کہ ان کا اتباع ضروری ہو؟ تمام ائمہ حدیث اور مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ میں سے جمہور علماءؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر یہ احکام صحیح روایت سے ملیں تو انہیں ثابت تسلیم کیا جائے گا اور وہ واجب الاتباع ہوں گے۔ حنفی علماءؒ کا مسلک یہ ہے کہ یہ احکام اگر متواتر یا مشہور احادیث کے ذریعہ ملیں تو انہیں ثابت تسلیم کیا جائے گا اور وہ واجب الاتباع ہوں گے۔ لیکن اگر یہ اخبار آحاد کے ذریعہ ملیں تو انہیں ثابت تسلیم نہیں کیا جائے گا اور وہ واجب الاتباع نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن کے ناسخ ہوں گے اور قرآن کا نسخ، اور اسی طرح قرآن کے عام کی تخصیص، اخبار آحاد کے ذریعہ جائز نہیں ہے۔

اس سے متعلق مفصل بحث اگلے باب "حدیث کی اقسام" کے تحت آئے گی۔[2] انشاء اللہ۔

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: "الموافقات للشاطبی" ج ۴، ص ۲۲

[2] دیکھیے: ص ۵۶

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

تاریخ تدوین سنت

یہ بات بدیہی طور پر ہر شخص جانتا ہے کہ جو لوگ پہلے گزرے ہوں ان کے حالات و اخبار بعد کے لوگوں کو روایت کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ اس معنی میں روایت عرب اور غیر عرب سب اقوام میں پائی جاتی تھی جیسے ایرانی، یونانی، رومی اور ہندوستانی۔ اس کے ذریعہ عربوں نے اپنے انساب، قبائل کے مفاخر، دشمنوں کے مثالب اور شعرا اور ادبا کے کلام کو محفوظ کیا اور محفوظ رکھا۔ وہ چونکہ ان پڑھ تھے اور لکھنا نہیں جانتے تھے اس لیے جس چیز کو یاد کرنا اور محفوظ کرنا مقصود ہوتا وہ اس میں زیادہ تر اپنے حافظہ پر ہی اعتماد کرتے۔ بعد میں اسے زبانی طور پر ہی آگے منتقل کرتے۔ بغیر اس کے کہ وہ ان کے پاس مدون شکل میں موجود ہوتی۔ اس لیے ان میں کلام کو اخذ کرنے، اسے اپنے حافظہ میں ضبط کرنے اور پھر اسے اس کی اصلی اور مکمل شکل میں آگے تک منتقل کرنے کا غیر معمولی ملکہ پیدا ہو گیا تھا گویا ان میں سے ہر شخص ماضی کے واقعات کو محفوظ رکھنے کا ریکارڈ تھا۔ اس بارے میں انہیں ان دوسری تہذیب یافتہ اقوام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جن میں لکھنے لکھانے کا رواج تھا اور وہ اپنے تاریخی واقعات کو ضبط میں لانے کے لئے اس پر اعتماد کیا کرتی تھیں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس بارے میں سب کے سب عرب یکساں نہ تھے بلکہ حفظ و ضبط میں ان کے درمیان فرق پایا جاتا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مشیئت تھی کہ وہ ایسے ہوں تاکہ آگے چل کر وہ ان سے اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو محفوظ کرنے اور انہیں اگلی نسلوں تک ان کی اصلی اور مکمل شکل میں منتقل کرنے کا کام لے۔ قرآن جو آج اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے، اس میں اصل اعتماد تحریر و تدوین پر اتنا نہیں رہا جتنا عربوں کے حافظہ اور یادداشت پر رہا ہے۔ انہوں نے اسے اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور زبانی طور پر ان کی ہر نسل نے اسے اگلی نسل تک پہنچایا۔ قرآن کی تدوین سے واقف ہر شخص اسے بخوبی جانتا ہے۔

اسی زبانی روایت ہی کی بدولت مسلمانوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو محفوظ رکھا، خصوصاً اسلام کے ابتدائی دور میں جب ان پر ناخواندگی پوری طرح چھائی ہوئی تھی اور گنتی کے چند افراد کے سوا وہ سب کے سب لکھنے پڑھنے سے ناواقف تھے۔ وہ لکھنے کو اس پہلو سے پسند بھی نہ کرتے تھے کہ اس سے اُن کا حافظہ کمزوری کی طرف مائل ہو سکتا تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بشکلِ عام احادیث لکھنے سے منع فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری کوئی بات نہ لکھو اور جس نے قرآن کے علاوہ میری کوئی بات لکھی ہو، اُسے مٹا دے۔" احادیث کو تحریر میں لانے کی ممانعت میں صرف یہی ایک روایت معتبر ہے اور اس کا بھی وہ پس منظر ہے جس کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا۔ اس بارے میں جتنی دوسری روایات کا ذکر کیا جاتا ہے سب انتہائی ناقابل اعتبار اور بے بنیاد ہیں۔

خود اس روایت کو بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے غیر معتبر قرار دیا ہے، تاہم اس میں مذکور ممانعت کی بنیاد ایک حکمت تھی اور وہ بھی ایک محدود وقت کے لئے۔ اس کے مقابلے میں متعدد روایات ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ احادیث کو لکھا کرتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے اور اپنے علاوہ دوسروں کے لیے لکھنے کی اجازت دی تھی۔ مثال کے طور پر بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال یمن کے ایک شخص ابوشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے کوئی چیز تحریر کرا دی جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوشاہ کو لکھ کر دو۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! میں آپ سے جو بات سنتا ہوں، کیا اسے لکھ لیا کروں؟ فرمایا "ہاں"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے عرض کیا "غضب اور رضا دونوں حالتوں میں؟" فرمایا "ہاں، کیونکہ دونوں حالتوں میں، میں جو بات کہتا ہوں، وہ حق ہی ہوتی ہے۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک عام صحابہ کا طرزِ عمل یہی رہا۔ قرآن کے یاد کرنے کے پہلو بہ پہلو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بھی سنتے، ان کی جستجو کرتے اور ایک دوسرے کو ان کی تعلیم دے کر اور آپس میں ان کا مذاکرہ (ایک دوسرے کو سنانا) کرکے انہیں اپنے سینوں میں محفوظ کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے ان میں سے کچھ لوگ تھے جو انہیں لکھ بھی لیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسے صحابہ کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی جو احادیث کو لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وحی ختم ہو جانے اور قرآن کے مکمل طور پر تحریری صورت میں آ جانے کی وجہ سے اب یہ اندیشہ نہ رہا تھا کہ وہ قرآن سے خلط ملط ہو جائیں اور ان میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہو چکی تھی۔ جن بہت سے اسباب نے اُن کی اس بارے میں حوصلہ افزائی کی، ان میں سے ایک اہم سبب یہ تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زکوٰۃ و صدقات سے متعلق احادیث تحریر کرا کے اپنے عمّال کو روانہ کیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب انہیں بحرین کی طرف روانہ کیا تو انہیں یہ خط تحریر کرکے دیا۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ صدقہ (زکوٰۃ) کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے جس مسلمان سے اس کا سیدھے طریقہ سے مطالبہ کیا جائے۔ اسے چاہیئے کہ اسے ادا کرے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے وہ اُسے ادا نہ کرے ....." [2] ان خطوط میں انہوں نے اونٹوں، گایوں اور بکریوں پر زکوٰۃ کے نصاب کا تذکرہ کیا تھا۔

تابعین کو اپنے زمانہ میں علم و روایت کے لئے فراغت و یکسوئی کے وہ مواقع میسر

---

[1] ابو داود۔ حاکم

[2] صحیح بخاری

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آئے جو ان سے پہلے صحابہ کرامؓ کو میسر نہ تھے۔ لہذا انہوں نے احادیث کی روایت اور انہیں تحریری شکل میں قلمبند کرنے کی طرف بھرپور توجہ دی اور روایات کو قبول کرنے میں انہوں نے پوری باریک بینی اور احتیاط سے کام لیا۔

تابعین کے آخری دور میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا اور ہر جنس اور ہر رنگ کے لوگ اسلام کے زیر سایہ آ گئے جن میں نیک نیت بھی تھے اور بدنیت بھی، اور پھر سیاسی و مذہبی اختلافات اور نسلی تعصبات نے بھی سر اٹھا لیا تو خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سوچا کہ احادیث کو صحیفوں کی شکل میں جمع کیا جائے تاکہ جن لوگوں کے سینوں میں وہ محفوظ ہیں، ان کی وفات سے وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مدینہ منورہ میں اپنے عامل ابوبکر بن حزمؒ کو خط لکھا کہ "آپ کے ہاں — یعنی مدینہ منورہ کے علماء کے پاس — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث موجود ہیں انہیں قلمبند کریں کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے کا اندیشہ ہے"[1] اسی مضمون کا خط انہوں نے مدینہ ہی میں امام زھریؒ کو لکھا[2] اور دوسرے شہروں کے علماء کو بھی[3] سب نے احادیث کو ابواب کی شکل میں ترتیب دینے اور صحیح کو غیر صحیح اور مقبول کو غیر مقبول سے الگ کرنے کا کام شروع کیا۔ اس کے بعد دوسری صدی میں احادیث کی تدوین عام ہو گئی۔ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ (ف ۱۷۹ھ) نے اپنی کتاب "موطا" مرتب کی۔ مکہ مکرمہ میں امام ابن جریجؒ (ف ۱۵۰ھ) نے، کوفہ میں امام ابوسفیان ثوریؒ (ف ۱۶۱ھ) نے، بصرہ میں امام حماد بن سلمہ بن دینارؒ (ف ۱۶۷ھ) نے، یمن میں امام معمر بن راشد (ف ۱۵۳ھ) نے، واسط میں امام ہشیم بن بشیر سلمیؒ (ف ۱۸۸ھ) نے، رَیّ میں امام جریر بن عبدالحمیدؒ (ف ۱۸۸ھ) نے اور خراسان میں امام عبداللہ بن مبارکؒ (ف ۱۸۱ھ) نے اپنی اپنی کتابیں مرتب کیں۔

---

[1] صحیح بخاری [2] موطا

[3] تاریخ اصبہان لابی نعیم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہ مسلمانوں کا کوئی شہر ایسا نہ رہا جس کے کسی امام یا ائمہ نے احادیث کو یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتب کرنے کا کام نہ کیا ہو۔ اس زمانہ کی جو یادگار اب تک باقی ہے وہ امام مالک کی کتاب "موطا" ہے۔ باقی کتابوں کی احادیث بعد میں مرتب ہونے والی کتابوں میں آ گئیں۔

تیسری صدی میں — جو تدوین حدیث کے لئے سنہری صدی ہے — حدیث کی اُن چھ معروف کتابوں کے مصنفین سامنے آئے جنہیں حدیث کی اہم ترین کتابیں شمار کیا جاتا ہے یعنی صحیح امام بخاریؒ (ف ۲۵۶ھ)، صحیح امام مسلمؒ (ف ۲۶۱ھ) سنن امام ابو داود (ف ۲۷۵ھ)، سنن یا جامع امام ترمذیؒ (ف ۲۷۰ھ)، سنن امام نسائیؒ (ف ۳۰۳ھ) اور سنن امام ابن ماجہؒ (ف ۲۷۲ھ) ان حضرات نے اپنی ان کتابوں میں اکثر معروف احادیث کو سمیٹ لیا اور بہت کم احادیث ان میں شامل ہونے سے رہ گئیں۔ یہاں تک کہ ان کے بعد چوتھی اور پانچویں صدی میں جو محدثین سامنے آئے ان سب کا دارو مدار ان ہی چھ کتابوں پر رہا۔ انہوں نے جو کام کیا وہ صرف یہ کہ جو احادیث ان چھ کتابوں میں شامل ہونے سے رہ گئی تھیں۔ انہوں نے ان کو مرتب کیا یا وہ ان کی مختلف ابواب میں بکھری ہوئی احادیث کو ایک باب میں لائے یا ان کی سندوں کو مختصر کیا یا ان کے راویوں پر کلام کیا یا ان کے غیر معروف الفاظ اور متون کی تشریح کی۔

چوتھی صدی میں — حدیث کی جو کتابیں منظر عام پر آئیں وہ یہ تھیں:
صحیح امام ابن خزیمہؒ (ف ۳۱۱ھ) صحیح امام ابو عوانہؒ (ف ۳۱۶ھ) مصنف امام طحاویؒ (ف ۳۲۱ھ) صحیح امام ابو حاتم البستی (ف ۳۵۴ھ) سنن امام دارقطنیؒ (ف ۳۸۵ھ) مستدرک امام حاکمؒ (ف ۴۰۵ھ) صحیح امام ابن سکن بغدادیؒ (ف ۳۵۳ھ) اور امام طبرانیؒ (ف ۳۶۰ھ) کی تین — کبیر، اوسط، صغیر — معاجم۔ چوتھی صدی کے خاتمہ تک تمام کی تمام احادیث جمع ہو کر کتابوں کی شکل میں مدون ہو چکی تھیں۔

پانچویں صدی یا اس کے بعد ایسی کتابیں سامنے آئیں جنہوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو یکجا کیا جیسے امام محمد بن ابی نصر الحمیدیؒ (ف ۴۸۸ھ) امام حسین بن مسعود

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البغوی ؒ (ف ۵۱۶ھ) اور امام ابو مسلم الاشبیلی ؒ (ف ۵۸۱ھ) کی کتابیں یا جنہوں نے حدیث کی مندرجہ بالا چھ مشہور کتابوں کو یکجا کیا۔ جیسے امام رزین العبدری ؒ (ف ۵۳۵ھ) اور امام ابن اثیر الجزری ؒ (ف ۶۰۶ھ) کی کتابیں یا جنہوں نے حدیث کی تمام کتابوں سے چیدہ چیدہ احادیث کو یکجا کیا جیسے امام بغوی ؒ (ف ۵۱۶ھ) کی کتاب "مصابیح السنہ" امام ابوالفرج الجوزی ؒ (ف ۵۹۷ھ) کی کتاب "جامع المسانید والالقاب"۔ امام بیہقی ؒ (ف ۴۵۸ھ) کی کتاب "السنن الکبریٰ"۔ امام عبدالغنی المقدسی ؒ (ف ۶۰۰ھ) کی کتاب "عمدۃ الاحکام"۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ کے دادا امام ابوالبرکات عبدالسلام بن تیمیہ ؒ (ف ۶۵۲ھ) کی کتاب "منتقی الاخبار" اور حافظ ابن حجر العسقلانی ؒ (ف ۸۵۲ھ) کی کتاب "بلوغ المرام"۔

کتاب کے آخری باب میں ہم ان میں سے مشہور کتابوں کا تعارف کراتے ہوئے صحت اور شہرت میں ان کے مقام کی وضاحت کریں گے۔ (انشاءاللہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

حدیث کی اقسام

۱۔ راویوں کی تعداد کے لحاظ سے

اس لحاظ سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ متواتر اس سے مراد وہ حدیث (یا سنت یا خبر) ہے جسے اتنے زیادہ لوگوں نے شروع سے آخر تک روایت کیا ہو کہ عموماً وہ جھوٹ بولنے پر اتفاق نہیں کر سکتے یا بغیر ارادہ کے بھی ان کا جھوٹ پر اتفاق نہیں ہو سکتا۔

تواتر کبھی "لفظی" ہوتا ہے اور وہ اس صورت میں جب لوگوں کی ایک بڑی تعداد کا حدیث کے لفظ یا الفاظ پر اتفاق ہو۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: جس نے ارادے کے ساتھ مجھ پر جھوٹ باندھا اسے اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لینا چاہیئے۔"

اور کبھی "معنوی" اور وہ اس صورت میں جب لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے حدیث کو متعدد ذرائع سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہو لیکن اس کے ایک معنی پر سب کا اتفاق ہو۔ احادیث میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔ جیسے حوض، شفاعت، موزوں پر مسح، فرض نمازوں کی تعداد اور رکعتوں وغیرہ سے متعلق احادیث۔

حدیث و فقہ کے تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تواتر چاہے لفظی ہو یا معنوی اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ خبر آحاد (یعنی افراد کے ذریعہ ملنے والی حدیث) اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں تواتر کی شرائط نہ پائی جائیں۔ اس کی تین قسمیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں:۔

(ا) مشہور یا مستفیض : اس سے مراد وہ حدیث ہے۔ جسے اس کے ابتدائی، درمیانے اور آخری ہر دور میں کم از کم تین افراد نے روایت کیا ہو، تاہم وہ تواتر کی حد تک نہ پہنچی ہو۔

حنفیہ کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے کہ "وہ اپنی اصل کے اعتبار سے خبر آحاد ہی ہو لیکن پھر اتنی پھیل جائے کہ اسے اتنے لوگوں نے نقل کیا ہو جن کے جھوٹ بولنے پر اتفاق کا گمان نہ کیا جا سکتا ہو۔ اور ان سے مراد صحابہ و تابعین کے بعد دوسری صدی ہجری تک کے لوگ ہیں" [۱] اور کبھی حنفیہ کے نزدیک "مشہور" کا اطلاق ان روایات پر بھی ہوتا ہے جو مطلق طور پر لوگوں کی زبان پر شہرت پا گئی ہوں، چاہے ان کی کوئی بھی سند نہ ہو" [۲] وہ اسے تواتر کی دو میں سے ایک قسم سمجھتے ہیں جس سے اُن میں سے بعض کے نزدیک علم طمأنینت حاصل ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک علم یقین [۳]

ب۔ عزیز : اس سے مراد وہ حدیث ہے جسے ابتدائی، درمیانے اور آخری ہر دور میں کم از کم دو افراد نے کم از کم دو افراد سے روایت کیا ہو۔

ج۔ غریب : اس سے مراد وہ حدیث ہے جسے اس کے ابتدائی یا درمیانے یا آخری دور میں صرف ایک فرد نے روایت کیا ہو۔

اخبار آحاد سے چاہے وہ مشہور ہوں، عزیز یا غریب۔ بذاتِ خود کچھ حاصل نہیں ہوتا نہ علم اور نہ ظن۔ کیونکہ ان میں صحیح احادیث بھی ہوتی ہیں اور غیر صحیح بھی۔ اگر وہ صحیح ہوں تو اُن سے علم حاصل ہوتا ہے یا ظن؟ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

صحیح مشہور حدیث کی مثال یہ حدیث ہے: "اللہ تعالیٰ علم کو چھین کر قبضہ میں نہیں کرتا" (صحیحین)

www.KitaboSunnat.com

---

[۱] شرح المنار للنسفی ج ۲ ص ۱۱۔ [۲] مقدمہ اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۳۔
[۳] مقدمہ اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر صحیح مشہور حدیث کی مثال یہ حدیث ہے: "دونوں کان سر ہی کا حصہ ہیں" یہ ضعیف حدیث ہے جسے امام حاکمؒ نے روایت کیا ہے۔

صحیح عزیز حدیث کی مثال یہ حدیث ہے: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اسے اس کے والد سے، بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں" (صحیحین)

صحیح غریب حدیث کی مثال یہ حدیث ہے: "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ... اعمال کا دارومدار نیتوں ہی پر ہے" (صحیحین)

ب۔ حدیث بیان کرنے والے کی طرف نسبت کے لحاظ سے

علمائے حدیث نے اس لحاظ سے حدیث کی تین قسمیں کی ہیں:

۱۔ مرفوع: اس سے مراد وہ قول، فعل، تقریر یا صفت ہے جس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو یا یوں کہیئے کہ اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے والی روایت ہے۔

۲۔ موقوف: اس سے مراد صحابہ کرام کے اقوال، افعال یا تقریرات ہیں جو ان سے منقول ہوں یا یوں کہیئے کہ اس سے مراد کسی صحابی تک پہنچنے والی روایت ہے۔

۳۔ مقطوع: اس سے مراد وہ اقوال یا افعال ہیں جو تابعین سے منقول ہوں یا یوں کہیئے کہ اس سے مراد کسی تابعی تک پہنچنے والی روایت ہے۔

ان تینوں قسموں میں صحیح روایات بھی ہوتی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی۔ جس روایت میں صحت کی شرائط پائی جائیں وہ صحیح ہے۔ جس میں حسن کی شرائط پائی جائیں وہ حسن ہے اور جس میں صحیح اور حسن کی کوئی شرط نہ پائی جائے وہ ضعیف ہے۔

صحیح اور حسن کی ان شرائط کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج۔ مقبول یا غیر مقبول ہونے کے لحاظ سے

اس لحاظ سے محدّثین نے حدیث کی تین قسمیں کی ہیں :۔

۱۔ "صحیح" اور وہ مقبول ہے۔

۲۔ "حسن" اور وہ بھی مقبول ہے۔ لیکن اس کا درجہ صحیح سے کم ہے۔

۳۔ "ضعیف" اور وہ مردود (غیر مقبول) ہے۔

ذیل میں ہم ان تینوں قسموں کا الگ الگ ذکر کرتے ہیں :۔

۱: "صحیح":

اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں پانچ شرائط پائی جائیں :۔

۱۔ اس کے راویوں میں سے ہر راوی 'عدل' (یا عادل) ہو۔

۲۔ اس کے راویوں میں سے ہر راوی 'ضابط' (یا ضبط والا) ہو۔

۳۔ شروع سے آخر تک اس کی سند متصل ہو۔

۴۔ اس کی سند یا متن میں کوئی علّت نہ ہو۔

۵۔ اس کے متن میں کوئی شذوذ نہ ہو۔

راوی کے عدل یا عادل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عاقل و بالغ مسلمان ہو۔ شریعت نے جن کاموں کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرتا اور جن سے منع کیا ہے، (جیسے فسق و فجور) ان سے باز رہتا ہو، اور بدعات، کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، اپنے آپ کو بری عادات اور غیر اخلاقی کاموں سے محفوظ رکھتا ہو اور اس لحاظ سے لوگوں میں اس کی شہرت داغدار نہ ہو۔

عادل ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ راوی مرد یا آزاد یا بینا ہو، کیونکہ بہت سی احادیث امہات المومنین اور دوسری صحابیات سے لی گئی ہیں۔ جیسے حضرت عائشہ رضی، ام سلمہ رضی، ام عطیہ رضی اور ام قیس رضی وغیرہ اور بہت سی احادیث آزاد شدہ غلاموں سے لی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی ہیں جیسے حضرت زید بن حارثہؓ اور عکرمہؓ اور بہت سی احادیث نابیناؤں سے لی گئی ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ۔

راوی کے ضابط ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس حدیث کو وہ اپنے استاذ یا پہلے راوی سے سُنے، وہ اُسے اسی طرح ٹھیک ٹھیک یاد رکھے کہ اس کے سننے سے لے کر آگے منتقل کرنے تک کے ہر مرحلہ میں جب چاہے اُسے بیان کر سکے اور یہ اس صورت میں جب اس نے اسے اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہو یا وہ اپنی کتاب کی اس طرح حفاظت کرتا ہو کہ اس میں سننے سے لے کر آگے منتقل کرنے تک کے ہر مرحلہ میں کوئی تبدیلی یا تحریف کرنے نہ دیتا ہو اور یہ اس صورت میں جب اس نے حدیث کو لکھ کر یاد کیا ہے۔ اس لحاظ سے گویا ضبط دو قسم کا ہُوا: ایک ضبطِ صدر (سینے کا ضبط) اور دوسرا ضبط کتاب۔

حدیث کی سند کے متصل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے دوران کہیں سے کوئی راوی ساقط نہ ہو اور اس کے ہر راوی نے جس پہلے راوی سے اسے لیا ہے اس کے اور اس کے درمیان کوئی اور شخص نہ ہو جس کا اس نے ذکر نہ کیا ہو۔

حدیث کی سند یا متن میں علّت کے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کوئی ایسا عیب نہ پایا جائے جس سے حدیث کا اعتبار مجروح ہوتا ہو اور وُہ بظاہر مقبول ہونے کے باوجود دراصل مردود ہو۔ یہ علت کبھی جلی (یعنی واضح اور ظاہر) ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ راوی کسی ایسے شخص سے روایت کرے جس کے متعلق لوگ جانتے ہوں کہ وہ اس سے نہیں ملا اور اس سے اس نے کوئی بات نہیں سُنی، اور کبھی یہ علت خفی (یعنی پوشیدہ اور غیر واضح) ہوتی ہے جس کا پتہ وہی انتہائی ماہر محدث لگا سکتا ہے جو تمام سندوں اور متنوں کو یکجا کر کے نہایت باریک بینی سے اُن پر غور کرتا ہے۔ جیسے یہ کہ راوی لفظ "عَنْ" کہہ کر کسی ایسے شخص سے روایت کرے جو اس کا ہم عصر تو ہو لیکن درحقیقت اس نے اس سے کوئی بات نہ سُنی ہو، یا کہ وُہ متن میں کوئی ایسی بات کہے جو بظاہر بے عیب ہو لیکن درحقیقت وہ قرآن کریم یا کسی متواترہ سنت یا معروف سیرت نبویؐ یا تاریخ عام یا عقلِ صریح کے خلاف پڑتی ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے متن میں شذوذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا راوی چاہے اپنی جگہ عادل وضابط ہو لیکن اس کی روایت اُن راویوں کے خلاف پڑتی ہو جو کسی دوسری حدیث یا حدیثوں میں اس کی بہ نسبت حفظ یا تعداد کے لحاظ سے زیادہ ثقہ (قابلِ اعتبار) اور راجح ہوں۔

یہ ہیں وہ پانچ شرائط جو اگر کسی حدیث میں پائی جائیں تو محدثین اسے صحیح حدیث شمار کرتے ہیں۔ ان شرائط پر اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اس بات کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ صحیح حدیث میں کوئی ایسی چیز راہ پا سکے جو صحیح نہ ہو۔ جیسے قرآن یا عقل صریح کے خلاف ورزی، اسی لیے امام شافعیؒ نے اپنی کتاب "الرسالۃ" میں بار بار یہ بات دہرائی ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نازل ہونے میں اللہ کی کتاب کے تابع ہے اور وہ کبھی اللہ کی کتاب کے خلاف نہیں ہو سکتی۔" (ص ۱۴۶)

اور اسی کو امام ابن قیم نے اپنی کتاب "الصواعق المرسلہ" میں یوں بیان کیا ہے:

"ہم یہ کلی بات کہتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جا سکتی جو قرآن یا عقل صریح کے خلاف ہو۔" (ص ۔ ۵۰۷)

محدثین کے بارے میں یہ خیال قطعی غلط اور بے بنیاد ہے اور شاید بعض علماء نے اسے لوگوں میں جان بوجھ کر عام کیا ہے کہ وہ (یعنی محدثین) صرف روایت کے لوگ تھے درایت کا انہیں پتہ نہ تھا[1] آپ محدثین کی ان ہی پانچ شرائط پر غور کیجیے تو آپ کو

۱؎ کشف المنار شرح "المنار" کے مصنف نے امام بخاریؒ تک کو غیر فقیہ محدث کی مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور ان کے بارے میں ایک نہایت بچگانہ واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ ایک لڑکے اور لڑکی نے ایک ہی بکری کا دودھ پیا ہے تو کیا وہ ایک دوسرے کے لیے حرام ہو گئے؟ تو امام بخاریؒ نے جواب دیا کہ "ہاں وہ ایک دوسرے کے لیے حرام ہو گئے۔" (ملاحظہ ہو: ج ۱ ص ۱۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتہ چلے گا کہ ان میں سے پہلی تین کا تعلق اگر روایت سے ہے تو آخری دو کا تعلق سراسر درایت سے ہے۔ رہا قرآن کا علم تو وہ محدثین کو بدرجۂ اتم حاصل تھا۔ کیونکہ وہ فن حدیث میں اس وقت تک پڑتے ہی نہ تھے ۔جب تک قرآنی علوم پر پوری طرح مہارت حاصل نہ کر لیتے۔ مختلف محدثین کے حالات پڑھتے ہوئے یہ بات آپ کو صاف نظر آئے گی۔

کسی حدیث کی صحت کا اطمینان کر لینے کے لئے یہ پانچ شرائط بالکل شافی و کافی ہیں۔ لیکن بعض فقہاء۔ حنفیہ اور مالکیہ ۔ نے "درایت" یا "فقاہت" یا "شدت احتیاط" کے نام سے ان میں چند اور شرائط کا اضافہ کیا ہے اور انہیں اصولوں کے نام سے پیش کیا ہے انہی کی وجہ سے انہوں نے حدیث کی تمام معروف کتابوں کو اکھاڑا بنا کر رکھ دیا ہے جہاں ایک ایک حدیث پر لمبی چوڑی "تقریریں" کی جاتی ہیں، ورنہ حدیث کی ان کتابوں کو پڑھنا پڑھانا چنداں مشکل نہ تھا اور نہ ہے۔ ان میں محدثین نے ان ہی پانچ شرائط کے تحت کسی حدیث کو صحیح یا غیر صحیح قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی حیثیت بھی بتا دی ہے۔ پھر انہیں پڑھنا، سمجھنا اور ان پر عمل کرنا کہاں سے اتنا مشکل ہو گیا کہ لمبی چوڑی بحثوں کی ضرورت پڑے؟ بہر حال ہم فقہاء کی ان مزید لگائی ہوئی شرائط یا اصولوں کا آئندہ صفحات میں جائزہ لیں گے۔ (انشاء اللہ)[1]

صحیح حدیث کے اس مقام کے پیش نظر (ایک روایت میں) امام مالکؒ (ایک مشہور تر روایت میں) امام احمد بن حنبلؒ، ابن حزم اور بہت سے علمائے حدیث کا مسلک یہ ہے کہ اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے[2]۔ امام ابن تیمیہؒ اسے متواتر کی ایک قسم شمار کرتے اور اکثر علمائے حدیث کا یہی مسلک بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "لفظ تواتر سے کئی معانی مراد لیے جاتے ہیں کیونکہ متواتر سے مقصود وہ چیز ہوتی ہے جس سے علم (یقین) کا پتہ چلے۔ لیکن کچھ لوگ صرف اُسی کو متواتر مانتے ہیں جسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے روایت کیا ہو۔۔۔ حالانکہ صحیح بات جس پر اکثر کا (یعنی اکثر علمائے

---

[1] دیکھیے: ص

[2] اصول الاحکام لابن حزم: ج ۱ ص ۱۰۸

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا) عمل ہے وہ یہ ہے کہ کبھی علم خبر دینے والوں کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے اور کبھی ان کی دینداری اور ضبط کی صفات سے۔[1]

دوسری روایت میں امام احمد اور جمہور حنبلیہ، شافعیہ، حنفیہ، مالکیہ اور تمام معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ اس سے علم نہیں بلکہ ظن حاصل ہوتا ہے۔[2]

چونکہ راویوں کے ضبط و عدالت میں فرق کی وجہ سے صحیح حدیث کے مراتب میں بھی فرق ہو سکتا ہے اس لئے ائمہ حدیث نے صحیح حدیث کے مندرجہ ذیل مراتب مقرر کئے ہیں:

۱۔ وہ صحیح حدیث جس کی روایت پر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا اپنی صحیحین میں اتفاق ہو (اس کے لئے "متفق علیہ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے) یہ حدیث کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور اس کے بعد علی الترتیب:

۲۔ وہ صحیح حدیث جس کی روایت صرف امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کی ہو۔

۳۔ وہ صحیح حدیث جس کی روایت صرف امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں کی ہو۔

۴۔ وہ صحیح حدیث جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط کے مطابق روایت ہوئی ہو اور خود انہوں نے اسے اپنی صحیحین میں روایت نہ کیا ہو۔

۵۔ وہ صحیح حدیث جو امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق صحیح ہو لیکن خود امام بخاریؒ نے اسے اپنی صحیح میں روایت نہ کیا ہو۔

۶۔ وہ صحیح حدیث جو امام مسلمؒ کی شرائط کے مطابق صحیح ہو لیکن خود امام مسلمؒ نے اسے اپنی صحیح میں روایت نہ کیا ہو۔

۷۔ وہ صحیح حدیث جسے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے علاوہ حدیث کے کسی دوسرے امام نے روایت کیا ہو۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سب سے اعلیٰ مرتبہ اس حدیث کا ہے جسے امام بخاریؒ

---

[1] مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ ج ۱۸ ص ۴۰

[2] الاصول الاحکام لابن حزم ج ۱ ص ۱۰۸

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم اور دوسرے تمام محدثین نے صحیح قرار دیا ہو۔

۲۔ "حسن" (اور "صحیح لغیرہ")

اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں صحیح حدیث کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں۔ (اور اسی لئے اسے مقبول شمار کیا گیا ہے۔) لیکن اس کے راویوں میں کوئی راوی ایسا ہو جس نے اس کے الفاظ کا ضبط کم کیا ہو۔ اس معنی میں حسن حدیث ہی پر حدیث کا مدار ہے اور اسی کو اکثر فقہا مسائل کے استنباط میں استعمال کرتے ہیں۔

یہ بات اس صورت میں ہے جب وہ منفرد ہو، لیکن اگر اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت بھی مل جائے جو قوت میں اس کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو وہ ترقی کرکے "صحیح لغیرہ" (کسی دوسری روایت کے تعاون سے صحیح بنی ہوئی حدیث) کے مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے۔

۳۔ "ضعیف" (اور "حسن لغیرہ")

اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں وہ سارے یا کچھ اوصاف نہ پائے جائیں جن کا اوپر صحیح حدیث اور حسن حدیث کے سلسلہ میں ذکر ہوا ہے۔ اس کا یہ ضعف کبھی شدید ہوتا ہے اور کبھی ہلکا۔ اس کا ضعف شدید اس وقت ہوتا ہے جب اس کی روایت کوئی کذاب (بہت جھوٹا) یا متروک (جس کی حدیث نہ لی جائے) یا جھوٹ، فسق یا بدعت سے متہم آدمی کرے۔ ایسی صورت میں اسے قبول کرنا اور احکام یا فضائل میں اسے دلیل بنانا جائز نہیں ہے۔ اور اس کا ضعف ہلکا اس وقت ہوتا ہے جب اس کی روایت کوئی ایسا آدمی کرے جو ہو تو اہل صدق و امانت میں سے لیکن اس کے حفظ میں خرابی ہو یا جب اس کی روایت ارسال، تدلیس یا تعلیق[1] کے طور پر کوئی ایسا شخص کرے جس کا

---

[1] ان سب کی تعریف آئندہ آرہی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فن رجال (یعنی راویوں کے حالات) کے بارے میں علم قابلِ اعتماد ہو۔ اس حدیث کا ضعف اس وقت زائل ہو جاتا ہے۔ اور وہ "حسن لغیرہ" کے مرتبہ تک ترقی کر جاتی ہے جب اس کی کئی سندیں مِل جائیں۔ اس وقت فضائل میں اسے دلیل بنایا جا سکتا ہے اور احکام میں نہیں بنایا جا سکتا، الا یہ کہ مسئلہ بتانا ناگزیر ہو جائے اور اس میں رائے اور قیاس کے سوا کوئی اور چیز نہ مل رہی ہو کیونکہ ایسی صورت میں اس قسم کی ضعیف حدیث رائے اور قیاس سے بہتر ہوتی ہے۔ اپنی کتاب "منہاج السنۃ" میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"ضعیف حدیث رائے اور قیاس سے بہتر ہے۔ ضعیف سے مراد متروک حدیث نہیں ہے۔ بلکہ حسن درجہ کی حدیث ہے۔ (امام) ترمذیؒ سے پہلے محدثین کی اصطلاح میں حدیث صحیح ہوتی تھی یا ضعیف، اور ضعیف کی دو قسمیں ہوا کرتی تھیں: ایک ضعیف متروک اور دوسری ضعیف غیر متروک، اور ائمہ اسی اصطلاح کے مطابق کلام کیا کرتے تھے۔ اب جو لوگ صرف (امام) ترمذیؒ کی اصطلاح سے واقف ہیں انہوں نے جب کسی امام کا یہ قول سنا کہ "ضعیف حدیث مجھے قیاس کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے۔" تو وہ یہ سمجھے کہ وہ امام، (امام) ترمذیؒ کی اصطلاح میں ضعیف حدیث کو دلیل بنانے کا قائل ہے۔"

ضعیف حدیث کی اقسام

ضعیف حدیث کی ـــ اس کے اسباب ضعف کے لحاظ سے ـــ کئی قسمیں ہیں: ذیل میں ہم ان میں سے چند اہم کا ذکر کرتے ہیں:۔

۱۔ مُرسَل: اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی روایت تابعی کسی صحابی کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرے لیکن اس صحابی کے نام کا ذکر نہ کرے۔ جمہور محدثین کے نزدیک یہ ایک قسم کی ضعیف حدیث ہے اس لئے وہ اسے قبول نہیں کرتے کیونکہ جس شخص کا تابعی نے ذکر نہیں کیا اس کے حال کا کچھ پتہ نہیں۔ ہو سکتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ صحابی نہ ہو بلکہ تابعی ہو۔ ہاں یہی حدیث اگر کسی دوسری سند سے بھی آجائے تو وہ ضعیف نہیں رہتی اور اسے دلیل بنایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ نرے قیاس سے بہتر ہے گویا اس بارے میں جمہور محدثین نے امام شافعیؒ کی متابعت کی ہے جو مرسل حدیث کو رد کرتے ہیں اور چند شرطوں کے بغیر اسے قبول نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مُرسِل (روایت کو مُرسَل بنانے والا راوی) کوئی معروف اور بڑا تابعی ہو۔ جس کی متعدد صحابہ سے ملاقات ہوئی ہو جیسے مدینہ میں امام سعید بن مسیّبؒ اور عراق میں امام حسن بصریؒ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی کسی دوسری روایت سے بھی تایید ہوتی ہو جو چاہے مرسل ہی ہو یا اس کی تایید کسی صحابی یا اکثر علماء کے قول سے ہوتی ہو یا مرسل اگر نام لے کر روایت کرتا تو کسی ثقہ راوی ہی کا نام لیتا۔

عام فقہاء مُرسَل کا اطلاق تابعی یا تبع تابعی کے قول پر کرتے ہیں جب وہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہے۔ ایسی مُرسَل حدیث حنفیہ کے نزدیک مقبول ہے جب اس کا مُرسِل پہلی دو صدیوں میں ہو[۱]۔ اور مالکیہ کے نزدیک وہ اس صورت میں قابلِ قبول ہے جب اس کا مُرسِل اس بارے میں معروف ہو کہ وہ ثقہ راویوں ہی سے روایت کرتا ہے اور ان کا نام نہیں لیتا۔

اگر حدیث کا مُرسِل کوئی کم عمر صحابی ہو جیسے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ (یعنی ان واقعات کے نقل کرنے میں جو ان کے بچپن کے زمانہ میں پیش آئے) تو اس کی وہ حدیث سب کے نزدیک مقبول ہے اور اسے مُرسَل نہیں کہا جاتا بلکہ مرفوع کہا جاتا ہے۔

۲۔ **مُنقطع**: اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند میں صحابی تک پہنچنے سے

---

[۱] اور یہ اس لئے کہ ان کے بڑے ائمہ دوسری صدی میں ہوئے ہیں۔ آگے صفحہ پر آپ دیکھیں گے کہ اس زمانہ میں بعض حنفی علماء نے یہ دائرہ تیسری اور چوتھی صدی تک وسیع کر دیا ہے تاکہ چھوٹے ائمہ کو بھی اس حق سے محروم نہ رہنے دیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے ایک جگہ پر یا ایک سے زائد جگہ پر کوئی راوی ساقط ہو (فقہا عموماً اس پر بھی "مرسل" کا اطلاق کرتے ہیں، جیسا کہ اُوپر بتایا جا چکا ہے۔)

۳۔ مُعضَل : اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند میں پے در پے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں۔

۴۔ مُعَلّق : اس سے مُراد وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک راوی یا ایک سے زائد کئی راوی محذوف ہوں جیسے یہ کہ امام بخاریؒ کہیں : "قَالَ مَالِكٌ" "امام مالکؒ نے کہا۔۔۔" یہ اصل میں ایک قسم کی ضعیف حدیث ہی ہے کیونکہ اس میں محذوف راوی یا راویوں کے حال کا پتہ نہیں ہوتا۔ صحیحین میں پائی جانے والی ایسی احادیث میں سے بعض صحیح ہیں، بعض حَسَن اور بعض ضعیف۔ اس کا پتہ دوسری کتابوں میں پائی جانے والی روایات سے چلتا ہے۔

۵۔ مُدلّس : اس سے مراد وُہ حدیث ہے جس کی سند میں راوی اپنے اس شَیخ (استاد) کا نام ساقط کر دیتا ہے جس سے اس نے حدیث سنی اور اسے اوپر کے کسی راوی کی طرف کوئی ایسا لفظ کہہ کر منسوب کر دیتا ہے جس سے سننے والا اس وہم میں پڑ جاتا ہے کہ شاید اس نے یہ حدیث اس سے سنی ہے۔ جیسے وہ یہ کہے "قال فلان! فلاں نے کہا۔" یا "عَنْ فُلان! فلاں سے روایت ہے۔" اور یہ کام وہ سند کو تحسین دینے، (بہتر بنانے) کے لیے کرے یا یہ کہ اس میں اپنے شیخ کے نام کو ساقط تو نہ کرے لیکن اس کا نام یا کنیت یا وصف وہ بیان کرے جس سے وہ عموماً معروف نہیں ہوتا تاکہ لوگ اُسے پہچان نہ سکیں اور اس کی روایت قبول کر لیں اور یہ اس صورت میں جب اس کا شیخ کوئی غیر ثقہ شخص ہو۔

۶۔ شاذ : اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کا راوی اگرچہ ثقہ اور مقبول ہو، لیکن اس کی یہ حدیث اُن راویوں کے حدیث کے خلاف پڑتی ہو جو کسی دوسری حدیث یا حدیثوں میں اس کی بہ نسبت حفظ یا تعداد کے لحاظ سے زیادہ ثقہ اور راجح ہوں۔ شاذ حدیث سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات پائی جائے جو کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری حدیث میں نہ پائی جاتی ہو۔ ایسی صورت میں اُسے "غریب" حدیث کہا جائے گا جو صحیح اور حسن بھی ہو سکتی ہے۔

۷۔ مُنکَر : اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کا راوی بہت غلط کار ہو یا جھوٹ سے کم تر کسی فسق کا مرتکب ہو۔ بعض نے اس میں یہ شرط بھی رکھی ہے کہ وہ کسی بہتر راوی کی حدیث کے خلاف پڑتی ہو۔

۸۔ متروک : اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کا راوی جھوٹ سے بھی متہم ہو اور اپنی روایت میں دوسروں سے منفرد بھی ہو۔

۹۔ مُعَلّ یا مَعلُول : اس سے مُراد وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں کوئی علّت پائی جائے[1]

۱۰۔ مُضطَرِب : اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کو ایک ہی راوی کبھی کسی طرح بیان کرے اور کبھی کسی طرح یا اس کے دو راوی ہوں اور ان میں سے ایک راوی اسے ایک طرح سے بیان کرے اور دوسرا دوسری طرح سے اور صورتِ حال یہ ہو کہ دونوں باتوں میں تطبیق دی جا سکتی ہو اور نہ ایک کو دوسری پر ترجیح۔ اگر دونوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو (دو راویوں میں سے ایک کے زیادہ پختہ حافظہ ہونے کی وجہ سے یا کسی (اور وجہ سے) تو جس حدیث کو ترجیح دی جائے گی وہ صحیح ہو گی اور دوسری شاذ یا منکر اور اگر دونوں کے درمیان تطبیق دینا ممکن ہو اور نہ ایک کو دوسری پر ترجیح دینا تو ان دونوں کے قبول یا رد کرنے میں توقف کرنا چاہیے۔ کیونکہ ممکن ہے مستقبل میں کوئی ایسی چیز ظاہر ہو جائے جس سے دونوں کے درمیان تطبیق یا ترجیح ممکن ہو جائے۔

۱۱۔ مُدرَج : اس سے مراد وہ کلام ہے جس کا راوی حدیث کی سند یا متن کے دوران اپنی طرف سے ذکر کرتا ہے اور وہ اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ کسی دوسری

---

[1] علت کی تعریف پہلے گذر چکی ہے۔ دیکھئے ص ۴۲

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت میں اس کا ذکر الگ سے ہو یا راوی کسی دوسری روایت میں اس کی صراحت کرے یا کوئی مطلع قسم کا ماہر محدث اسے بیان کرے یا وہ ایسی بات ہو جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہونا محال ہو۔

۱۲۔ **مقلوب :** اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کے متن یا سند میں لفظ یا الفاظ کے آگے پیچھے ہو جانے کی وجہ سے اسکے مطلب میں تبدیلی واقع ہو جائے جیسے صحیح مسلم کی وہ حدیث جس کے متن میں راوی نے "حتیٰ لا تعلم یمینہ ما تنفق شمالہ : یہاں تک کہ اس کا دایاں ہاتھ نہ جانے کہ اس کا بایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے" کہا ہے حالانکہ دراصل صحیح الفاظ یوں ہیں : حتیٰ لا تعلم شمالہٗ ما تنفق یمینہٗ : "یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے۔" یہ وضاحت صحیح مسلم ہی کی بعض دوسری روایات سے ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ **موضوع :** اس سے مراد وہ جھوٹی حدیث ہے جسے گھڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام منسوب کر دیا جائے۔ یہ ضعیف حدیث کی سب سے بُری قسم ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ یہ ضعیف حدیث تک کی کوئی قسم نہیں ہے کیونکہ یہ سرے سے حدیث ہے ہی نہیں۔ اسے جانتے بوجھتے لوگوں کو بتانا حرام ہے الا یہ کہ اسے اس لئے بیان کیا جائے کہ لوگ اس پہ عمل کرنے سے باز رہیں۔ اسے کئی الفاظ کے ذریعہ تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہہ کر یہ موضوع یا جھوٹ یا باطل ہے یا یہ کہہ کر کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے یا یہ کہہ کر کہ یہ فلاں شخص کی بلاؤں میں سے ہے یا یہ کہہ کر کہ اس کی سند مظلم (تاریکی والی ہے) یا یہ کہہ کر کہ اس پر ظلمات (اندھیرے) ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے موضوع ہونے کی پہچان یا تو گھڑنے والے کے اقرار سے ہوتی ہے یا اس کے رکیک لفظ و معنی سے یا قرائن اور اُن مبالغات سے جو اس میں پائے جاتے ہیں۔ اور کسی عقلمند دانا آدمی سے وہ کبھی صادر نہیں ہو سکتے یا اس سے حس و مشاہدہ کی ایسی خلاف ورزی ہوتی ہو کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ

موضوع حدیثوں کا سلسلہ چھوٹے صحابہ اور بڑے تابعین ہی کے زمانہ میں اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت شروع ہو گیا تھا جب اسلامی فتوحات کا دائرہ پھیل گیا اور مفتوح علاقوں میں ہر طرح کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ گویا جو چیزیں اس کا سبب بنیں وہ یہ تھیں: زندقہ، سیاسی، کلامی اور فقہی اختلافات، نسلی و علاقائی تعصبات، لوگوں کے ذہنوں پر چھا جانے کی خواہش، شہرت و جاہ طلبی، ملوک و امراء کی چاپلوسی اور لوگوں کو بعض نیک کاموں میں راغب کرنے کا جذبہ (اور یہ آخری کام جاہل صوفیوں نے کیا)۔

فائدہ: ابن جریرؒ کے زمانہ ہی سے صورت حال یہ ہے کہ تفسیر کی کوئی کتاب موضوع احادیث سے خالی نہیں ہے۔ اختلاف ہے تو صرف یہ کہ کسی کتاب میں یہ کم ہیں اور کسی میں زیادہ۔ اس سے استثناء ہے تو صرف تفسیر ابن کثیر، تفسیر آلوسی، تفسیر المنار یا اس زمانہ کی بعض اُن تفاسیر کو جن کے مصنفین موضوع احادیث سے پڑھنے والے کو خبردار کر دیتے ہیں.... ثعلبیؒ کی تفسیر ان سے بھری پڑی ہے۔ زمخشریؒ اپنی تفسیر "کشاف" میں فضائل و قراءات کے تحت ان کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں اور تقریباً یہی حال تفسیر نسفی اور بیضاوی کا ہے۔

فقہاء خصوصاً متاخرین فقہاء کی کتابوں میں بھی ضعیف اور منکر احادیث بکثرت ملتی ہیں۔ اس لئے وہ جہاں حدیث نقل کرتے ہیں اس کے ساتھ اس کی سند کا ذکر نہیں کرتے اور اسی لئے بعض ائمہ حدیث نے فقہ کی بہت سی کتابوں میں پائی جانے والی احادیث کی تخریج کی ہے۔ جیسے حافظ زیلعی حنفیؒ نے اپنی کتاب "نصب الرایہ" میں "ہدایہ" میں پائی جانے والی احادیث کی تخریج کی۔

وعظ و تصوف کی کتابوں میں تو موضوع اور منکر احادیث کی اس قدر کثرت ہے کہ ان کا حال ناقابلِ بیان ہے۔ غزالیؒ کی کتاب "احیاء علوم الدین"، ابو طالب مکیؒ کی کتاب "قوت القلوب" اور عبدالقادر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیلانیؒ کی کتاب "غنیۃ الطالبین" سب کا یہی حال ہے[۱]۔ اس لئے ان میں پائی جانے والی احادیث پر اعتماد کرنا اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک کوئی ایسا شخص جسے اسناد اور راویوں کے حالات کا علم ہو، صحیح یا ضعیف ہونے میں ان کے مراتب کو بیان نہ کر دے۔[۲]

۱ؔ اور تقریباً یہی حال شیخ علی ہجویریؒ کی کتاب "کشف المحجوب" کا ہے۔ (مؤلف)

۲ؔ مختصراً از "الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث" للدکتور محمد بن محمد ابو شہبہؒ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم
۱

صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے فقہاءؒ کے چند اصول

۱۔ حنفیہ :

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا، حدیث کو صحیح قرار دینے کے لیے محدثین نے پانچ شرائط رکھی ہیں جو اپنی جگہ بالکل شافی و کافی ہیں۔ لیکن حنفی اور مالکی فقہاءؒ نے، نہ کہ امام ابو حنیفہؒ یا امام مالکؒ نے "درایت" یا احادیث کو قبول کرنے میں احتیاط تشدد" کے نام سے ان پانچ شرائط پر چند اور شرائط کا اضافہ کیا ہے۔ اپنی ان شرائط کو وہ چند اصولوں کے نام سے پیش کرتے ہیں[1]۔ ان اصولوں میں جو اہم ہیں اور بقیہ اصول گویا ان ہی کی تکرار ہیں، ان کا ہم ذیل میں جائزہ لیتے ہیں، پہلے حنفیہ کے اصولوں کا اور پھر مالکیہ کے اصولوں کا۔

۱۔ حنفیہ کا پہلا اصول یہ ہے کہ "اخبار آحاد کو قرآن کے عمومات اور ظواہر پر پیش کیا جائے۔ اگر اس سے قرآن کے کسی عام یا ظاہر[2] کی مخالفت ہوتی ہو تو قرآن

---

[1] ویسے تو یہ اصول حنفی علماء کی مختلف کتابوں میں متفرق طور پر مذکور ہیں۔ لیکن شرح مسند امام ابو حنیفہؒ کے مقدمہ میں انہیں یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ (دیکھیے : طبعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۵ء)۔

[2] عام اور ظاہر الفاظ وہ ہوتے ہیں جو متعین طور پر کسی ایک یا چند چیزوں یا پہلوؤں پر دلالت نہیں کرتے۔ بلکہ ان بہت سی چیزوں یا پہلوؤں پر دلالت کرتے ہیں جو سیاق و (دیکھیے صفحہ آئندہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو لیا جائے گا اور اس خبر (حدیث) کو رد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور اس کے ظواہر و عمومات بھی قطعی الدلالت ہیں۔

تعجب ہے کہ ان میں سے بعض حضرات اپنے اس اصول پر استدلال ایک حدیث سے کرتے ہیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں میری طرف سے اگر کوئی بات پہنچے تو اسے اللہ کی کتاب پر پیش کرو۔ اگر وہ اللہ کی کتاب کے مطابق ہو تو وہ میری بات ہو گی اور اگر اس کے مطابق نہ ہو تو وہ میری بات نہ ہو گی[۱] حالانکہ یہ ایک جھوٹی اور موضوع حدیث ہے۔ جسے الحاد پسند بعض لوگوں نے شریعت کا مذاق اڑانے کے لئے وضع کیا تھا جیسا کہ امام شافعیؒ کے ساتھی امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے تصریح کی ہے بلکہ اس حدیث کا باطل ہونا خود اسے قرآن پر پیش کرنے سے واضح ہو جاتا ہے[۲]

بہر حال اس میں شک نہیں کہ قرآن قطعی الثبوت ہے، لیکن اس کی دلالت کہیں قطعی ہے اور کہیں ظنی۔ حنفیہ اس بارے میں منفرد ہیں کہ وہ اس کے تمام ظواہر و عمومات کو قطعی الدلالت مانتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ بات کسی دوسرے فقیہ نے نہیں کہی اور یہ بذاتِ خود عقلِ صریح کے بھی خلاف ہے اور دنیا کی ہر زبان کے ابتدائی قواعد کے خلاف بھی۔ حنفیہ کی اس انفرادیت کا سبب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کے زمانہ میں عراق بدعات، ہوا پرستی پر مبنی باطل نظریات اور سیاسی و کلامی فرقوں کے مابین سخت کشمکش کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور اس میں جھوٹ کا بازار گرم تھا، حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی اس سے محفوظ نہ رہی تھیں۔ احادیث کو چھان پھٹک کر اور ان کے راویوں کے حالات معلوم کر کے ان کی سندوں پر غور کرنا اور اس طرح صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع احادیث سے الگ کرنا

(بقیہ) سیاق کے اعتبار سے کلام کے تحت آ سکتے ہیں۔ قرآن کریم کے ایسے ہی عام و ظاہر کی تخصیص و تعیین کبھی حدیث کرتی ہے اور کبھی نہیں کرتی۔

[۱] ملاحظہ ہو "اصول السرخسی" ج ۱ ص ۳۶۵۔ [۲] "جامع بیان العلم وفضلہ" لابن عبدالبر ج ۲ ص ۱۹۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی آسان کام نہ تھا، خصوصاً کسی ایسے شخص کے لیے جس نے کبھی احادیث کو جمع کرنے اور راویوں کے حالات معلوم کرنے کا کام نہ کیا ہو اور نہ کبھی محدثین کی مجالس میں حاضری دی ہو۔ اس لیئے ان حضرات نے اپنا زیادہ تر اعتماد قرآن پر رکھا جو قطعی الثبوت تھا اور اس کے ظواہر و عمومات پر انہوں نے کوئی پابندی نہ لگائی۔ اس کے بعد انہوں نے اخبار آحاد کو، جو انہیں ملیں، قرآن پر پیش کیا۔ اگر انہیں اس کے خلاف نہ پایا تو انہیں قبول کر لیا اور ان پر اپنے مسائل کی بنیاد رکھی، بغیر اس کے کہ وہ ان کی سندوں پر بھی غور کرتے اور ان کے راویوں کے حالات بھی معلوم کرتے۔ یہ کام یقیناً انہوں نے احتیاط اور تقویٰ کے پہلو سے انجام دیا، مبادا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کر دیں جو قرآن کے خلاف ہو۔[1]

اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ان کی محنتوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے کہ وہ ان حالات میں یہی کر سکتے تھے اور یہی انہوں نے کیا۔ وہ معذور تھے اور ان کے اجتہاد کا انہیں اجر ملے گا، اگر صحیح ہوا تو دوہرا اجر اور اگر صحیح نہ ہوا تو ایک اجر، لیکن ان کے جو ماننے والے بعد میں آئے (چوتھی اور پانچویں صدی میں) اور انہوں نے ان سے منقول فروعی مسائل سے فقہ کے اصول نکالے، انہوں نے اگرچہ امام بخاریؒ اور دوسرے محدثین کی سخت محنت کی بدولت تمام احادیث کو جمع شدہ پایا۔ بلکہ یہ بھی پایا کہ ان کے راویوں کے حالات کتابوں میں درج کر دیئے گئے تھے اور صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کر کے بیان کر دیا گیا تھا، تاہم انہوں نے محدثین کی ان تمام کاوشوں کی کوئی قدر نہ کی۔ بجائے اس کے کہ وہ اُن کی روشنی میں اپنے بڑوں کی معذوری میں کی جانے والی کوتاہیوں کی تصحیح کرتے، انہوں نے اُن سے منقول فروعی مسائل کو "نصوص" کا درجہ دیا اور اپنے بنائے ہوئے اصولوں میں اگر کسی اصول کو اُن سے متصادم پایا تو اسے ایسی شکل دے دی کہ وُہ ان سے متصادم نہ رہے۔ ظاہر ہے ایسی صورتِ حال میں ان کے بہت سے اصول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی چھان پھٹک کے ساتھ

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھیے: شیخ ابو زہرہؒ کی کتاب "ابو حنیفہؒ" ص ۲۵۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقول صحیح روایات کے خلاف پڑیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لیکن اپنے اس اصول پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے ایسی بہت سی احادیث کو رد کر دیا۔ ذیل میں ہم چند احادیث کا بطور مثال ذکر کرتے ہیں۔ جنہیں ان حضرات نے اپنے اس اصول کے تحت رد کر دیا حالانکہ یہ وہ احادیث ہیں جو اپنی سندوں کے لحاظ سے انتہائی پختہ اور اپنے مضامین کے لحاظ سے انتہائی واضح اور دوٹوک ہیں اور ان میں اکثر وہ ہیں، جو اللہ کی کتاب کے بعد روئے زمین پر صحیح ترین کتابوں۔ بخاری و مسلم — میں منقول ہیں۔

۱۔ نماز میں طمانینت (سکون و اطمینان) اختیار کرنے سے متعلق وہ صریح و محکم احادیث جن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو اپنے رکوع و سجود میں اپنی کمر سیدھی نہیں کرتا — ان تمام احادیث کو انہوں نے قرآن کی آیت: "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا" (اے ایمان لانے والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو) کی ظاہری و عمومی دلالت سے رد کر دیا۔

۲۔ وضو اور غسل میں بھی دوسری عبادات کی طرح نیت کے ضروری ہونے کا حکم، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" (اعمال کا اعتبار نیتوں ہی سے ہے) — اس حکم کو انہوں نے قرآن کی آیت "اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ" (جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے دھو لو) کی ظاہری و عمومی دلالت سے رد کر دیا۔

۳۔ وہ محکم و صریح احادیث جن میں نماز میں قرآن کی تلاوت کے لیے سورۂ فاتحہ کو متعین کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ" (جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں ہے) — ان تمام احادیث کو انہوں نے قرآن کی آیت "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" (قرآن کا جو حصہ آسان ہو اس کی قراءت کر لو) کی ظاہری و عمومی دلالت سے رد کر دیا۔

۴۔ وہ محکم و صریح احادیث جن میں نماز میں داخل ہونے کے لئے تکبیر "اللہ اکبر"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے) کو متعین کیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو "اللہ اکبر" کہو اور یہ کہ "نماز کی تحریم تکبیر ہے"۔ اور یہ کہ "اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی شخص کی نماز اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ وضو کو اس کی جگہوں پر نہیں رکھتا اور پھر قبلہ رُخ ہو کر "اللہ اکبر" نہیں کہتا"— ان تمام احادیث کو انہوں نے قرآن کی آیت "وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ" (اور اس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور پھر نماز پڑھی) کی ظاہری وعمومی دلالت سے رد کر دیا۔

۵۔ وہ صریح ومحکم احادیث جن میں بتایا گیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا نفلی روزہ دن ہی میں ختم فرما لیتے تھے اور بعد میں اس کی کوئی قضا نہیں کرتے تھے — ان تمام احادیث انہوں نے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ" (اے ایمان والو! اپنے عملوں کو باطل نہ کرو) کی ظاہری وعمومی دلالت سے رد کر دیا۔

۶۔ وہ محکم وصریح احادیث جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ: اللہ نے حلالہ کرنے اور حلالہ کرانے والے دونوں پر لعنت کی ہے"— ان احادیث کو انہوں نے قرآن کی آیت "حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ: یہاں تک کہ وہ (عورت) اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر لے" کی ظاہری وعمومی دلالت سے رد کر دیا۔

۷۔ وہ محکم وصریح حدیث جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا" — اسے انہوں نے قرآن کی آیت "اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ: (جان کے بدلے جان) کی ظاہری وعمومی دلالت سے رد کر دیا۔

۸۔ وہ محکم وصریح حدیث جس میں دو گواہ نہ ہونے کی صورت میں قسم کے ساتھ ایک ہی شخص کی گواہی کو معتبر قرار دیا گیا ہے — اسے انہوں نے قرآن کی آیت "وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ: (اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بناؤ") کی ظاہری وعمومی دلالت سے رد کر دیا۔

۹۔ وہ محکم وصریح احادیث جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے نکاح کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں فرمایا : لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ : ولی (سرپرست) کے بغیر کوئی نکاح نہیں "۔۔ ان سب احادیث کو بھی انہوں نے قرآن کی آیت " حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (یہاں تک کہ وہ (عورت) اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرلے) کی ظاہری و عمومی دلالت سے رد کر دیا۔ یعنی یہ کہہ کر کہ اس آیت میں عورت کے خود نکاح کر لینے کا ذکر ہے۔

۱۰۔ وہ محکم و صریح احادیث جن میں گھوڑے کے گوشت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ ان سب احادیث کو انہوں نے قرآن کی آیت " وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۔" اور (ہم نے) گھوڑے، خچر اور گدھے (پیدا کیے) کہ تم ان کی سواری کرو، اور وہ (تمہارے لئے) زینت ہوں " کی ظاہری و عمومی دلالت سے رد کر دیا۔

یہاں ہم نے بطور مثال صرف چند احادیث کا ذکر کیا ہے ورنہ ان کی اصل تعداد بہت زیادہ ہے۔ انہیں رد کرتے ہوئے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پر اضافہ ہیں، اس لئے اس کی ناسخ ہیں اور قرآن کا نسخ اخبار آحاد سے نہیں ہو سکتا، لیکن حقیقت یہ ہے، جیسا کہ امام ابن قیمؒ کہتے ہیں: کہ اپنے اس اصول کو توڑنے میں بھی یہ سب سے پیش پیش ہیں۔ کیونکہ انہوں نے نبیذ سے وضو کے جائز ہونے، وتر کے واجب ہونے، مہر کے دس درہم سے کم نہ ہو سکنے، نماز میں قہقہہ سے نماز اور وضو کے باطل ہو جانے، نمازِ جمعہ کے لیے مصر جامع کی شرط ہونے، وضو میں نہیں بلکہ غسل میں کلی اور ناک میں پانی سنکنے، ولادت میں صرف ایک عورت کی گواہی کے کافی ہونے، جنگ کی حالت میں چور کا ہاتھ نہ کاٹنے، کافر کا مسلم کا وارث نہ ہونے، بہتی ہوئی مچھلی نہ کھانے، جس کا امام ہو تو امام ہی کی قراءت کا اس کے لئے قراءت ہو جانے اور نکاح میں دو گواہوں کے ضروری ہونے سے متعلق احادیث کو قبول کیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ جس حدیث میں دو گواہوں کے ضروری ہونیکا ذکر ہے اور جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے اس میں صرف دو گواہوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ " ولی اور دو عادل گواہوں " کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس کی رو سے نکاح میں دو گواہ شرط ہیں اور ان کے عادل ہونے کی شرط

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نہیں ہے، اس لئے وہ فاسق بھی ہو سکتے ہیں اور ولی کا ہونا بھی شرط نہیں ہے کیونکہ اس سے تو انہوں نے اس وقت پیچھا چھڑا لیا تھا جب انہوں نے "لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ" والی حدیث کو رد کر دیا تھا، حالانکہ یہ تمام احادیث جنہیں ان حضرات نے قبول کیا ہے ان کے اسی اصول کی رُو سے قرآن پر اضافہ ہیں اور ان میں سے اکثر احادیث محدثین کی شرائط کے مطابق انتہائی ضعیف بلکہ باطل ہیں۔

علاوہ ازیں انہوں نے بعض اور احادیث کو بھی قبول کیا ہے جن کے قبول کرنے میں دوسرے بھی ان کے ساتھ شریک ہیں (اور وہ اس لئے کہ یہ محدثین کی شرائط کی رُو سے قابلِ قبول ہیں) جیسے پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی حرمت، موزوں پر مسح کے جواز، دانتوں والے درندوں اور پنجوں والے پرندوں کی حرمت، قاتل کے وارث نہ بن سکنے، رضاعت سے ان تمام رشتوں کا محرم بن جانے جو خون کی وجہ سے محرم ہیں اور حائضہ عورت کے نماز نہ پڑھنے، اور روزہ نہ رکھنے سے متعلق احادیث، حالانکہ یہ سب احادیث بھی ان کے اس اصول کی رُو سے قرآن پر اضافہ ہیں۔

ان تمام احادیث کو قبول کر لینے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ "مشہور احادیث" ہیں۔ حالانکہ یہ مشہور احادیث نہیں ہیں بلکہ اخبارِ آحاد ہیں اور ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ وہ کسی سند کے بغیر علماء و غیر علماء کی زبان پر شہرت پا گئی تھیں اور انہوں نے "مشہور" ہونے کا مرتبہ صرف اس لئے پایا اور اس وقت پایا جب ان کے ائمہ نے انہیں قبول کر لیا[1] اور جب یہ مشہور بن گئیں تو ان کے نزدیک ان سے قرآن کا نسخ بھی ہو سکتا ہے اور تخصیص بھی۔ یہ کام (بلکہ صرف تخصیص کا کام) اگر نہیں ہو سکتا تو اُن احادیث سے نہیں ہو سکتا جو اُن کے ائمہ سے منقول نہیں ہیں، چاہے محدثین کی انتہائی معقول اور فطری شرائط کی رُو سے وہ صحت کے کتنے ہی بلند مقام پر پہنچی ہوئی

[1] حنفیہ نے "مشہور" کی خود جو تعریف کی ہے اس کے لئے دیکھئے: ص ۳۹ واضح رہے کہ ان کی یہ تعریف دوسروں کی تعریف سے مختلف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ یہ عصبیت اور شخصیت پرستی کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی لئے امام ابنِ قیمؒ ان سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہمیں بتائیے تو سہی قبول کیے جانے والی اور ردّ کیے جانے والی صحیح احادیث کے درمیان فرق کیا ہے؟ یا تو آپ ان تمام احادیث کو قبول کیجیے، یا ان سب کو رد کر دیجیے، اگر وہ قرآن پر اضافہ ہیں۔ رہی آپ کی یہ من مانی کہ جسے چاہیں قبول کریں اور جسے چاہیں رد کر دیں تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی۔"

اس کے بعد امام ابن قیمؒ نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین (ج ۲ ص ۲۶۲) میں اس مضمون سے متعلق ان کے باون دلائل و شبہات نقل کر کے ان کا کافی وشافی جواب دیا ہے۔

۲۔ ان کا دوسرا اصول یہ ہے کہ "اگر اخبار آحاد سنتِ مشہورہ کے خلاف پڑیں، چاہے ان کے ظواہر ہی سے سہی، تو انہیں قبول نہ کیا جائے۔"

سنت مشہورہ سے ان کی مراد وہی اخبار آحاد ہیں جنہیں ان کے ائمہ نے قبول کیا اور اُن کا مرتبہ اس وقت اتنا بلند ہُوا کہ وہ سنت "مشہورہ" بن گئیں جب انہوں نے انہیں قبول کیا۔ جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں:

انہوں نے اپنے اس اصول کے تحت بھی صحیح احادیث کی ایک بڑی تعداد کو رد کیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ وہ محکم وصریح احادیث جن کی پچیس سے زائد صحابہ نے روایت کی ہے اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو بھی اسی طرح حرم قرار دیا ہے جس طرح مکہ مکرمہ حرم اور اس میں شکار کرنا حرام ہے ــــ ان تمام احادیث کو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "اے ابو عمیر! تمہارے مولے کو کیا ہُوا[1]؟" کی ظاہری د

---

[1] یہ ابو عمیر حضرت انسؓ کا چھوٹا بھائی تھا اور ابھی بچہ تھا اس نے ایک مولہ (باقی صفحہ آئندہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمومی دلالت سے رد کر دیا۔ چنانچہ ان کے نزدیک مدینہ منورہ میں شکار جائز ہے حالانکہ اگر یہ جائز ہے اور اس کے ساتھ وہ مدینہ منورہ کو حرم بھی کہتے ہیں تو اس کے حرم ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حرم تو وہی جگہ ہوتی ہے جہاں بعض کاموں پر پابندی ہو، اور مدینہ منورہ میں ان کے نزدیک کوئی پابندی نہیں ہے۔

۲۔ وہ محکم وصریح احادیث جن میں بتایا گیا ہے کہ معمولی سے معمولی مالیت کے مہر سے بھی چاہے وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، نکاح ہو سکتا ہے ۔۔۔ ان احادیث کو انہوں نے اس ناقابلِ اعتبار حدیث سے رد کر دیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔"

۳۔ وہ صریح اور صحیح حدیث جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اگر کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پیشتر عصر کی نماز کی ایک رکعت پالے تو اسے اپنی نماز پوری کر لینی چاہیئے۔ اور اگر کوئی سورج طلوع ہونے سے پیشتر صبح کی نماز کی ایک رکعت پالے تو اسے اپنی نماز پوری کر لینی چاہیئے"۔۔۔ اس حدیث کو انہوں نے اس بنا پر رد کر دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ہونے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ حضرات اس حدیث کے پہلے آدھے حصہ کو لیتے ہیں اور ان کے نزدیک جو شخص سورج غروب ہونے سے پیشتر عصر کی ایک رکعت پالے اپنی نماز پوری کر سکتا ہے۔ لیکن جو شخص سورج طلوع ہونے سے پیشتر صبح کی نماز کی ایک رکعت پالے تو اُن کے نزدیک اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی نماز پوری کر سکے کیونکہ یہ نماز کے لیے ممنوع وقت ہے۔ اگر یہ ممنوع وقت ہے تو غروب آفتاب بھی تو ممنوع وقت ہے۔

۴۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد بلند آواز سے "آمین" کہنے کے بارے میں وہ محکم وصریح حدیث جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب امام آمین کہے تو تم

(بقیہ) پال رکھا تھا۔ وہ مر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی آمین کہو" اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب " ولا الضالین " کہتے تو " آمین " کہتے اور اس کے ساتھ آواز کو بلند فرماتے (بخاری و مسلم) یہ روایت امام سفیان ثوریؒ کی ہے۔ اسے ان حضرات نے اسی حدیث کو ایک شاذ روایت سے رد کر دیا ہے۔ جو امام شعبہؒ کی ہے اور اس میں انہوں نے " آواز کو بلند کیا " کے بجائے " آواز کو پست کیا " کے الفاظ نقل کر دیے ہیں۔

۵۔ وہ متعدد صحیح احادیث جن میں صبح کی نماز کو اول وقت ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلسل عمل یہ بنایا گیا ہے کہ آپ اسے غَلَس (اندھیرے) میں ادا فرمایا کرتے تھے ۔۔۔ ان سب احادیث کو انہوں نے ایک مجمل حدیث سے رد کر دیا ہے اور وُہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ (فجر کے ساتھ اسفار کرو کیونکہ وُہ اجر میں زیادہ ہے۔) اسفار سے مراد سورج نکلنے سے پہلے صبح کی روشنی ہے، حالانکہ اس حدیث سے مُراد یہ ہے اور وُہ اس وقت جب اُسے ثابت مان لیا جائے کہ صبح کی نماز میں داخل اندھیرے میں ہُوا جائے اور خارج اس وقت ہُوا جائے جب روشنی پھیل جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

۶۔ عصر کی نماز کو جلد اور اوّل وقت پڑھنے سے متعلق وہ متعدد صحیح اور صریح احادیث جن میں بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام عصر کی نماز پڑھتے۔ پھر اُن میں سے کوئی شخص چار میل کے فاصلہ پر عوالی (مدینہ منورہ کی ایک نواحی بستی) جاتا اور ابھی سورج حَیَّۃٌ مُرْتَفِعۃ (تیزی سے چمکتا ہُوا بلند) ہوتا ۔۔۔ ان تمام احادیث کو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مجمل ارشاد سے رد کر دیا ہے کہ " تمہاری اور تم سے پہلے اہل کتاب کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند لوگوں کو مزدوری پر لگایا اور اُن سے کہا " جو آدمی آدھے دن تک میرا کام کرے گا اُسے ایک قیراط ملے گا۔" چنانچہ یہودیوں نے کام کیا۔ پھر اس نے کہا " جو آدمی عصر تک میرا کام کرے گا، اُسے ایک قیراط ملے گا۔" چنانچہ نصاریٰ نے کام کیا۔ پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے کہا "جو آدمی سورج غروب ہونے تک میرا کام کرے گا، ... دو قیراط ملیں گے۔" اس پر تم (مسلمانوں) نے کام کیا۔ یہودی اور نصاریٰ خفا ہوئے اور کہنے لگے "ہم نے زیادہ کام کیا لیکن ہمیں اُجرت کم دی گئی۔" اس پر اس شخص نے کہا، "یہ بتاؤ کہ کیا میں نے تمہاری اجرت میں کمی کی ہے؟" انہوں نے کہا "نہیں" اس نے کہا "یہ میرا فضل ہے جسے میں چاہوں، دوں۔" باللہ العجب! (یہ ابن قیمؒ کے الفاظ ہیں) بھلا بتائیے اس حدیث میں کہاں سے اس بات کی دلیل آگئی کہ عصر کی نماز کا وقت اس وقت تک شروع نہیں ہوتا جب تک ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا نہیں ہو جاتا؟ کیا کبھی مثالوں سے بھی احکام لئے جاتے ہیں اور وہ بھی محکم احادیث کو چھوڑ کر؟

۷۔ وہ محکم و صریح حدیث جس کی رو سے نماز سے نکلنا صرف تسلیم (السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہنے) ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اور اس کی (یعنی نماز کی) تحلیل تسلیم ہے۔" اور یہ کہ "تم میں سے کسی ایک شخص کے لئے کافی ہے کہ وہ دائیں اور بائیں طرف "السلام علیکم ورحمت اللہ" کہہ کر اپنے بھائی کو سلام کہے"۔۔۔ اس حدیث کو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس ذو معنی قول سے رد کر دیا "جب تم نے تشہد کہہ دیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی" اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بدو کو نماز سکھائی اس میں نماز سے پلٹنے کے لیے سلام کہنے کا ذکر نہیں ہے۔

۸۔ وہ صریح اور صحیح حدیث جس میں غلوں اور پھلوں کا نصاب پانچ وسق۔ (تقریباً بیس من) بتایا گیا ہے ۔۔۔ اس کو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام مفہوم رکھنے والی حدیث سے رد کر دیا ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا "جس زمین کو آسمان سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو زمین سے پانی نکال کر سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔" اس لیے ان کے نزدیک غلوں اور پھلوں کی ہر کم یا زیادہ مقدار پر زکوٰۃ فرض ہے حالانکہ یہ دوسری حدیث جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے اس کا حکم عام ہے اور پہلی کا خاص۔ یہاں انہوں نے خاص کو بھی عام سے رد کر دیا ہے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹- وہ صریح اور صحیح احادیث جنہیں متعدد بڑے صحابہ نے روایت کیا ہے اور ان میں اُس شخص کو نماز کا اعادہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس نے نماز باجماعت کی صورت میں صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھی ہو ۔۔۔ ان سب کو انہوں نے "خلاف اصول" (یعنی قیاس کے اصولوں کے خلاف) کہہ کر رد کر دیا ہے ، حالانکہ اصل اصول تو حدیث ہے اور قیاس کا جو اصول اس کے خلاف پڑے ، رد اُسے ہونا چاہیئے نہ کہ حدیث کو ۔ ان احادیث کو انہوں نے یہ کہہ کر بھی رد کیا ہے کہ امام تنہا کھڑا ہوتا ہے اور یہ کہہ کر بھی کہ عورت صف کے پیچھے تنہا کھڑی ہوتی ہے ۔

۱۰۔ صحیحین کی وہ صریح اور صحیح احادیث جنہیں متعدد بڑے صحابہ نے روایت کیا ہے اور ان میں تنہا ایک رکعت سے وتر کو جائز قرار دیا گیا ہے ۔۔۔ ان احادیث کو انہوں نے دو باطل حدیثوں اور ایک باطل قیاس سے رد کر دیا ہے ۔ ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے " بتزاء " (کٹے ہوئے) سے منع فرمایا ہے اور یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند نہیں ہے ۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ "رات کا وتر تین رکعت ہے جیسے دن کا وتر نمازِ مغرب" اور یہ ایک ضعیف حدیث ہے ۔ ان کا باطل قیاس یہ ہے کہ انہوں نے وتر کو نمازِ مغرب پر قیاس کیا ۔ حالانکہ دونوں میں فرق کئی پہلوؤں سے واضح ہے ۔ جسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو وتر اور نمازِ مغرب کو جانتا ہے ۔

www.KitaboSunnat.com

یہاں بھی اگرچہ مزید مثالیں دی جا سکتی ہیں لیکن اختصار کے پیشِ نظر ہم ان چند مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں ۔

۳- ان کا تیسرا اصول یہ ہے کہ " حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب اس کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو "

اپنے اس اصول کے تحت انہوں نے اس حدیث کو رد کر دیا جس کے راوی صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ ہیں اور اس میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے کیونکہ ۔۔۔ ان کے کہنے کے مطابق ۔ حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوہریرہؓ نے فتویٰ دیا کہ برتن کو اگر تین بار دھویا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح انہوں نے لڑکی کے نکاح میں ولی (سرپرست) کے ضروری ہونے کی وہ حدیث بھی رد کر دی ہے جس کی روایت صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے ہے کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق ۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی بیٹی کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کر دیا تھا۔

اس طرح انہوں نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین سے متعلق اس حدیث کو بھی رد کر دیا جس کے راوی صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے رفع الیدین نہیں کیا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنے اس اصول پر عمل کرنے میں وہ تضاد کا شکار ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے منقول اس ناقابل اعتبار حدیث کو تو لے لیا کہ "معتوہ (کم عقل) کی طلاق کے سوا ہر طلاق جائز ہے" لیکن ان کے اس فتوے کو چھوڑ دیا کہ "مکرہ (جس پر جبر کیا جائے) اور تکلیف دیے جانے والے شخص کی کوئی طلاق نہیں۔

اسی طرح انہوں نے حضرت عائشہؓ کی اس روایت کو تو لے لیا کہ "نماز دو دو رکعت کر کے فرض کی گئی" اور صحیح روایات میں اُن کے اس عمل کو چھوڑ دیا کہ انہوں نے سفر میں پوری (قصر کے بغیر) نماز پڑھی۔

اسی طرح انہوں نے وہ گری پڑی حدیث تو لے لی جس کے راوی حضرت جابرؓ اور حضرت ابوموسیٰ ہیں اور اس میں نماز کے دوران قہقہہ سے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن صحیح روایات میں اُن کے اس قول کو چھوڑ دیا کہ قہقہہ سے وضو ضروری نہیں۔

اسی طرح انہوں نے حضرت جابرؓ سے منقول اس غیر صحیح حدیث کو تو لے لیا کہ "دس درہم سے کم حق مہر نہیں" لیکن صحیح روایات میں ان کے اس فتویٰ کو چھوڑ دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہر کم یا زیادہ مقدار والے مہر سے نکاح ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ان کے تضاد کی اور بھی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں، لیکن یہاں ہم امام ابن قیمؒ کی یہ عبارت نقل کرنا زیادہ مفید سمجھتے ہیں:

"بہت سے لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر حدیث اُن کے مقلّد (وہ امام جس کی وُہ تقلید کرتے ہیں) کے قول کے مطابق آئے اور راوی کا قول اس کے خلاف ہو تو کہتے ہیں "حجت اس کی (یعنی راوی کی) روایت ہے نہ کہ اس کا قول" اور اگر راوی کا قول اُن کے مُقلّد کے قول کے مطابق آئے اور حدیث اس کے خلاف ہو تو کہتے ہیں "راوی نے حدیث کے خلاف تب ہی تو فتویٰ دیا کہ وُہ (حدیث) اس کے نزدیک منسوخ تھی ورنہ ایسا کرنا اسکے عادل ہونیکو مجروح کر دیتا"، گویا کبھی وہ یوں کہتے ہیں اور کبھی یوں، کیونکہ ایک ہی باب میں ان کے اس طرح کے متضاد اقوال پائے جاتے ہیں اور یہ ایک نہایت قبیح قسم کا تضاد ہے۔ جس چیز پر ہمارا ایمان ہے اور ہم اپنے لیے اس سے ہٹنے کی گنجائش نہیں سمجھتے وہ یہ ہے کہ اگر کسی حدیث کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح قرار پا جائے اور اسے منسوخ کرنے والی کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو، تو ہم پر اور پوری اُمت پر فرض ہے کہ اسے لیں اور اس پر عمل کریں اور اس کے خلاف ہر چیز کو چھوڑ دیں اور اسے کسی کے عمل کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہ چھوڑیں چاہے وہ کوئی ہو۔ اس کا اپنا راوی یا کوئی اور، کیونکہ ممکن ہے راوی حدیث کو بھُول گیا ہو یا فتویٰ دیتے وقت وہ اس کے ذہن میں نہ آئی ہو۔ یا جس مسئلہ میں اس نے فتویٰ دیا اس میں اسے اس کی دلالت کا پتہ نہ چلا ہو یا اس سے اس کی کوئی مرجوح تاویل کر لی ہو یا اس کے ذہن میں اس سے معارضہ (ٹکراؤ) کرنے والی کوئی چیز ہو حالانکہ حقیقت میں وہ اس کا معارضہ نہ کرتی ہو یا اپنے فتویٰ میں اس نے کسی ایسے شخص کی اس کے خلاف بات بلا دلیل مان لی ہو جس کے متعلق وہ سمجھتا ہو کہ اس کا علم مجھ سے زیادہ ہے اور اس نے حدیث کے خلاف کسی قوی تر دلیل ہی سے بات کی ہو گی۔ اور اگر فرض کیا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی بات نہیں، اگرچہ ایسا فرض یا گمان کرنے کی کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنجائش نہیں ہے، تو راوی معصوم تو نہیں ہے اور نہ اس کے حدیث کے خلاف کوئی بات کرنے سے اس کے عادل ہونے کی صفت ساقط ہوتی ہے۔ جب تک اس کی برائیاں اس کی نیکیوں سے زیادہ نہ ہو جائیں[1]۔

نواب صدیق الحسن خانؒ اپنی کتاب "حصول المأمول فی علم الاصول" میں لکھتے ہیں:

"اسے (یعنی صحیح حدیث کو) اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کہ اس کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو، جمہور حنفیہ اور بعض مالکیہ کے قول کے برعکس، کیونکہ ہم جس چیز کو ذریعۂ عبادت مانتے ہیں اس سے مراد وہ حدیث ہے جو ہمیں پہنچی ہے، نہ کہ راوی کا اپنا فہم۔ جن لوگوں نے راوی کے عمل کو اس کی روایت پر مقدم رکھا ہے ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے استدلال کیا جا سکتا ہو"[2]

۴۔ ان کا چوتھا اصول یہ ہے کہ "حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب اس کا راوی غیر فقیہ ہو اور وہ ہر طرح سے قیاس کے خلاف ہو"

اپنے اس اصول کے تحت انہوں نے بہت سی ان احادیث کو رد کر دیا ہے جن کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ، انسؓ، سلمان فارسیؓ، بلالؓ یا جابر بن سمرہؓ ہیں جیسے صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کہ "اونٹوں اور بکریوں کے تھن نہ باندھو (یعنی ان کا دودھ زیادہ دکھانے کے لیے) اس کے بعد جو شخص انہیں خریدے اسے دودھ دوہنے کے بعد اختیار ہے کہ انہیں پسند کرے تو رکھے اور پسند نہ کرے تو ایک صاع کھجور ساتھ دے کر انہیں واپس کر دے"

اسیطرح انہوں نے صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی اس حدیث کو بھی رد کر دیا کہ "کچھ لوگ مدینہ آئے لیکن وہاں کی آب و ہوا انہیں راس نہ آئی اور ان کے پیٹ پھول گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پینے کی اجازت دی"

ان حضرات کے اس اصول میں علم و اجتہاد سے بہرہ ور بہت سے صحابہ کرامؓ کے

---

[1] اعلام الموقعین: ج ۴ ص ۴۹ [2] قواعد التحدیث: ص ۹۲

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ بے ادبی و گستاخی کا پہلو تو پایا ہی جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ انہوں نے ایک زیادتی یہ بھی کی ہے کہ اسے امام ابوحنیفہؒ سے منسوب کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس کا کوئی ثبوت امام صاحب سے نہیں ملتا بلکہ یہ صرف عیسٰی بن ابانؒ کا مذہب ہے جس پر بہت سے متاخرین نے ان کی متابعت کر لی۔ بزدویؒ نے اس کا دفاع کیا اور اسے امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے[1] کرخیؒ نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور بہت سے متاخرین نے اس رائے پر ان کی متابعت کی کیونکہ ــ جیسا کہ کرخیؒ کہتے ہیں ــ راوی کی فقہ کا روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ روایت کا سارا دارو مدار راوی کے عادل و ضابط ہونے پر ہے[2]

تعجب ہے کہ بعض حنفی علماء اس اصول کو امام ابوحنیفہؒ سے نسبت کو ثابت کرنے کے لیے اپنی کتابوں میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں اور وہ یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی مکہ مکرمہ میں امام اوزاعیؒ سے ملاقات ہوئی۔ امام اوزاعیؒ نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین سے متعلق امام زہریؒ، پھر سالمؒ اور پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے واسطہ سے اپنی روایت بیان کی اور پوچھا کہ پھر آپ رفع الیدین کیوں نہیں کرتے؟ اس پر امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ "مجھے حمادؒ نے بتایا کہ انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے سنا اور ابراہیم نے علقمہ اور اسود سے سنا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ اور پھر اُسے دہراتے نہ تھے" امام اوزاعیؒ نے پھر جواب میں کہا "میں آپ کو زہری، سالم اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سناتا ہوں اور آپ ہیں حماد اور ابراہیم نخعی کی روایت کردہ حدیث سناتے ہیں"۔ امام ابوحنیفہؒ بولے: حمادؒ، زہریؒ سے بڑے فقیہ تھے۔ ابراہیمؒ، سالمؒ سے بڑھ کر عالم فقیہ تھے اور علقمہؒ کا پایہ کسی طرح ابن عمرؓ سے کم نہ تھا"۔ ــ حالانکہ یہ ایک قطعی جھوٹا اور بے سر پا واقعہ ہے جس کی طرف امام صاحب

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ: ج ۱ ص ۱۵۹   [2] شرح المنار: ج ۲ ص ۳۲

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شاگردوں میں سے کسی نے اشارہ تک نہیں کیا اور اسی لئے امام زیلعیؒ نے "نصب الرایہ" میں اس کا سرے سے ذکر تک نہیں کیا حالانکہ وہ ہر مسئلہ میں حنفیہ کی ہر اس قوی یا ضعیف دلیل کا ذکر ضرور کرتے ہیں جس سے استشہاد کرنا ممکن ہو۔ اس واقعہ کا ذکر سب سے پہلے ایک غیر معتبر شافعی فقیہ حارثی (ف ۳۴۰ھ) نے، شاید امام ابو حنیفہؒ کو بدنام کرنے کے لئے کیا اور اس کے لئے ایک جھوٹی روایت وضع کر ڈالی۔ حنفی علماء جیسے جامع المسانید کے مصنف خوارزمی "مناقب الامام ابو حنیفہؒ" کے مصنف الموفق اور ہدایہ کی شرح "فتح القدیر" کے مصنف ابن اہمام نے ــــ جنہیں "محقق" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ــــ اسے اسی شافعی فقیہ "الحارثی" سے لیکر اپنی کتابوں میں درج کر ڈالا[۱] اور پھر بعد کے لوگوں کو گویا ایک کارگر ہتھیار مل گیا۔ یہ واقعہ جھوٹا اور بے سروپا تو ہے ہی، اس میں خود امام ابو حنیفہ کی توہین کا یہ پہلو نکلتا ہے کہ وہ گفتگو کے اصولوں سے بھی ناواقف تھے (حالانکہ یہ ان کی شہرت کا نمایاں ترین پہلوؤں میں سے ایک ہے)۔ امام اوزاعیؒ ان سے اپنی روایت کا ذکر کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ امام ابو حنیفہؒ یہ بتاتے کہ یہ روایت کیوں ناقابلِ اعتبار ہے، وہ ایک دوسرا ہی موضوع یہ چھیڑ دیتے ہیں کہ: "حماد ....." پھر کیا امام ابو حنیفہؒ سے کوئی شخص یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی شان میں ادنیٰ درجہ کی بھی کوئی گستاخی کر سکتے ہیں (اگر امام زہری اور سالم کا ذکر چھوڑ بھی دیا جائے) حالانکہ خود حنفی علماء ان کا شمار سب سے زیادہ فقہ کا علم رکھنے والے چند صحابہ میں کرتے ہیں؟ اللھم احفظ کرامۃ ائمۃ دینك من عبث اتباعھم۔ آمین۔

حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے قیاس کو ان صحابہ کرام کی روایت پر، خصوصاً حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت پر ترجیح دے کر اپنے آپ کو طعن و تشنیع کا بجا طور پر نشانہ

---

[۱] مزید تفصیل کے لئے دیکھیے: حاشیہ کتاب "مناقب حضرت امام ابو حنیفہؒ" از مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ ص ۳۹ ۴۰

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ وہ ہیں جنہوں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتویٰ دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے انہیں اس عہدے پر برقرار رکھا اور انہیں بحرین اور دوسرے علاقوں میں اپنا عامل مقرر کیا۔ صحابہ میں حضرت ابن عباسؓ اور تابعین میں حضرت سعید بن مُسیبؒ جیسی عظیم شخصیتیں ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ ان کے بارے میں امام بخاریؒ کہتے ہیں:

"ان سے تقریباً آٹھ سو صحابہ و تابعین نے علم (حدیث) کی روایت کی، وُہ حدیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور اس کو محفوظ رکھنے والے صحابہ میں سے تھے۔ وہ قرآن کے قاری (عالم) تھے اور عربی (النسل) تھے۔ عربی ان کا مزاج تھی اور صحابہ کرام اُن کی روایت کی طرف رجوع کرتے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے۔ ہاں اُن کی فقہ کی نوعیت دوسری تھی جس میں خواطر و آراء نہ پائے جاتے تھے۔" [1]

۵۔ ان کا پانچواں اصول یہ ہے کہ "حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب اس کا تعلق بلوائے عام سے ہو۔"

اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ سب کے سامنے پیش آنے والے کسی واقعہ سے متعلق ہو، پھر بھی اسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے نقل نہ کیا ہو۔

اپنے اس اصول کے تحت انہوں نے کئی احادیث کو رد کر دیا۔ جیسے نماز میں رفع الیدین کی احادیث اور بغیر رکاوٹ کے شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے وضو کے ضروری ہونے کی حدیث، لیکن ساتھ ہی انہوں نے اس نوعیت کی بہت سی احادیث کو قبول بھی کیا ہے جیسے وتر کے واجب ہونے کی حدیث اور نماز میں قہقہہ سے وضو کے ٹوٹ جانے کی حدیث حالانکہ ان کا تعلق بلوائے عام سے ہے، چنانچہ دونوں کی نوعیت الگ الگ بتلانے میں انہیں سخت دشواری پیش آئی ہے اور انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ علمائے اصول اور علمائے حدیث کی اکثریت بلوائے عام سے متعلق حدیث کو

---

[1] مختصر "الصواعق المرسلة" لابن القیم: ص ۵۰۴

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول کرتے ہیں، اگر اس کی سند صحیح ہو[1] رفع الیدین کی احادیث کو تو یوں بھی تقریباً باون صحابہؓ نے روایت کیا ہے، جیسا کہ بعض محدثین نے لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات حدیث کو اس وقت قبول کر لیتے ہیں جب ان کے امامؒ نے اسے قبول کر لیا ہو، اور اس وقت رد کر دیتے ہیں جب اس نے اسے قبول نہ کیا ہو۔ اس کے لئے طرح طرح کے اصول وضع کرتے ہیں جن میں سے ایک ان کا یہ اصول بھی ہے۔ حالانکہ ان کے امامؒ نے اس اصول کا خود کوئی ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ امام ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

"اس کو — یعنی اس اصول کو — وہ امام ابو حنیفہؒ سے بیان کرتے ہیں جو سراسر ان پر اور امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ پر جھوٹ ہے۔ ان میں سے کوئی اس کا قائل نہیں تھا۔ یہ صرف ان کے متأخرین کا قول ہے۔ اسے سب سے پہلے جس نے اختیار کیا، وہ عیسیٰ بن ابانؒ تھے۔ اور پھر ابو الحسن کرخیؒ نے اس پر ان کی متابعت کی۔"[2]

نواب صدیق الحسن خانؒ لکھتے ہیں:

"اسے — یعنی خبر صحیح کو — اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کہ وہ بلوائے عام کے بارے میں ہو، حنفیہ اور عبداللہ بصری کے قول کے برعکس، کیونکہ اس قسم کی احادیث پر صحابہ کرام اور تابعین نے عمل کیا ہے۔"[3]

۶۔ ان کا چھٹا اصول یہ ہے کہ "حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب وہ حدود و کفارات کے بارے میں ہو۔" کیونکہ حدود و کفارات شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں اور ان کے نزدیک اخبار آحاد — چاہے وہ صحیح ہوں — ظنی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قاعدہ کی اختراع سب سے پہلے کرخیؒ نے کی اور اسے انہوں نے معتزلہ سے لیا کیونکہ یہ ان ہی کا مذہب تھا۔[4]

---

[1] ملاحظہ ہو: "اصول السرخسی" ج ۱ ص ۳۳۵ اور "تیسیر التحریر": ج ۳ ص ۲۵

[2] مختصر "الصواعق المرسلہ" ص ۵۰۴ [3] "قواعد التحدیث": ص ۵۲

[4] مختصر "الصواعق المرسلہ": ص ۵۰۴

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب صدیق الحسن خانؒ لکھتے ہیں :

"کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے حدود و کفارات کا دوسرے عام شرعی احکام سے خاص ہونا ثابت ہوتا ہے"۔[1]

۷۔ ان کا ساتواں اصول یہ ہے کہ "حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب صحابہ یا تابعین کے زمانہ میں لوگوں نے اس پر عمل ترک کر دیا ہو"۔

اس اصول کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے[2] اور شاید اس سے ان کا مقصد نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین اور آمین بالجہر سے متعلق احادیث کو منسوخ یا متروک ثابت کرنا ہے کیونکہ کوفہ اور بعض دوسرے شہروں میں تابعین کے زمانہ میں لوگوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا، گویا انہوں نے اہلِ کوفہ کے اجماع کو اجماع قرار دے لیا۔ حالانکہ وہ اجماع نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی تو سب کا اتفاق ہے کہ اجماع قرآن و سنت کے کسی نص کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ پھر اگر ایسا ہے بھی تو یہ حضرات ان ہی جیسے اُن تمام احکام پر عمل کیوں نہیں چھوڑ دیتے جن پر صحابہ و تابعین کے زمانہ میں بعض جگہوں پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا تھا؟ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے نماز میں جھکتے اور اٹھتے وقت "اللہ اکبر" کہنا اور اُسے باآواز بلند کہنا ترک کر دیا تھا اور یہ صورتِ حال جاری رہی یہاں تک کہ حضرت علیؓ عراق آئے اور وہاں انہوں نے نماز میں بلند آواز سے جھکتے اور اٹھتے وقت "اللہ اکبر" کہا تو ایک صحابی حضرت عمران بن حصینؓ نے ـــ جیسا کہ صحیحین میں ہے ـــ کہا "اس شخص نے ہمیں اپنی وہ نماز یاد دلا دی جسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ادا کیا کرتے تھے"۔ اور دوسرے صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے، جیسا کہ فتح الباری میں امام احمدؒ سے صحیح روایت کے ساتھ منقول ہے، کہا "علیؓ نے ہمیں اپنی وہ نماز یاد دلا دی جسے ہم رسول

---

[1] "قواعد التحدیث" : ص ۵۲

[2] مقدمہ "اعلاء السنن" ج ۱ ص ۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ادا کیا کرتے تھے۔ یا تو ہم اُسے بھول گئے تھے یا عمداً ترک کر بیٹھے تھے۔"

حجاز میں بھی لوگ ان پر عمل کرنا چھوڑ بیٹھے تھے یہاں تک کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ایک مرتبہ مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا قائم مقام امیر مقرر کیا اور انہوں نے نماز پڑھائی۔ جب انہوں نے تکبیریں کہیں اور بلند آواز سے کہیں تو لوگوں نے اعتراض کیا۔ ایک تابعی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے، کہ میں نے کہا" اے ابوہریرہ! یہ کیا؟ کہنے لگے" یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔" مکہ میں انہوں نے نماز پڑھائی اور باواز بلند تکبیریں کہیں تو وہاں بھی لوگوں نے اعتراض کیا۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عکرمہؒ کہتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ شخص (ابوہریرہ) احمق ہے،" کہنے لگے" تمہاری ماں تمہیں گم کرے، یہ تو ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔"[1]

بلکہ ایسے موقعوں پر کسی متروک سنت پر عمل کرنا اسے زندہ کرنا ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجر بتایا ہے۔

ب: مالکیہ

مالکیہ کے بھی دو اصول ایسے ہیں جن کے ذریعہ انہوں نے بہت سی صحیح احادیث کو رد کیا ہے۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ان کا پہلا اصول یہ ہے کہ" حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب وہ ظاہرِ قرآن کے خلاف ہو اور اجماع، عملِ اہل مدینہ یا قیاس میں سے کوئی اس کی تائید نہ کرتا ہو۔"

ایسی صورت میں وہ ظاہرِ قرآن کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کی وجہ

---

[1] شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ معلمی کی کتاب" التنکیل" ج ۲ ص ۳۰

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ ظاہرِ قرآن اور خبرِ آحاد دونوں ان کے نزدیک ظنی ہیں۔ اس لئے دونوں میں سے جس کی تائید اجماع، عمل اہل مدینہ یا قیاس سے ہوتی ہو، وہ اسے دوسرے پر مقدم کرتے ہیں۔

اپنے اس اصول کے تحت جن احادیث کو انہوں نے رد کر دیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پنجہ رکھنے والے پرندہ سے منع فرمایا (یعنی اس کا کھانا حرام قرار دیا)" اس پر انہوں نے اس قرآنی آیت کی ظاہری دلالت کو مقدم رکھا۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ۔	کہہ دیجیے کہ مجھ پر جو وحی ہوئی ہے اس میں تو میں کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا الا یہ کہ وہ مُردار ہو یا بہا یا ہُوا خون یا سؤر کا گوشت۔

اور دوسری وہ احادیث ہیں جن میں گھوڑے کے گوشت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ ان پر انہوں نے اس قرآنی آیت کی ظاہری دلالت کو مقدم رکھا۔

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً۔	اور (ہم نے تمہارے لئے) گھوڑے، خچر اور گدھے (پیدا کئے) اور انہیں زینت (بنایا)

یعنی یہ کہتے ہوئے کہ اس آیت میں ان کے کھانے کا ذکر نہیں ہے۔

دوسری طرف انہوں نے اس حدیث کو مندرجہ بالا قرآنی آیت کی ظاہری دلالت پر مقدم رکھا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دانت والے درندے سے منع فرمایا (یعنی اس کا کھانا حرام قرار دیا)۔ اسی طرح انہوں نے اس حدیث کو بھی قبول کیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے سے منع فرمایا اور مندرجہ ذیل قرآنی آیت کی ظاہری دلالت کو چھوڑ دیا۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔	اور اس کے علاوہ تمہارے لیے سب حلال کر دیا گیا ہے۔

عام علمائے حدیث اس قاعدہ میں مالکیہ سے متفق نہیں ہیں کیونکہ ان کے نزدیک

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث، اگر صحیح ہو، تو وہ قرآن کی ظاہری دلالت پر مقدم ہے اور ان میں سے بہت سوں کے نزدیک اس کی دلالت قطعی ہے ۔

۲۔ ان کا دوسرا اصول یہ ہے کہ " حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب وُہ عملِ اہل مدینہ کے خلاف پڑتی ہو "

اس کی بنیاد ان کا یہ مفروضہ ہے کہ امام مالکؒ کے زمانہ میں اہل مدینہ کا سارا عمل صحابہ کرام کے زمانہ سے منقول چلا آرہا تھا اس لیے وہ حجت ہے اور جب کوئی حدیث اس کے خلاف پڑے تو اس حدیث کو رد کر دیا جائے گا ۔

امام ابن قیمؒ نے ان کے اس اصول پر دو پہلوؤں سے بحث کی ہے :

(ا) ایک اس پہلو سے کہ اہلِ مدینہ کا عمل تمام مسلمانوں کے لئے حجت ہو۔ وُہ لکھتے ہیں :

" لیکن حضرت عمرؓ یا ان کے بعد کسی خلیفہ نے تمام ممالک کے لوگوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ ان کے ہاں جو سنتیں معروف ہیں اور جن کی تعلیم انہیں صحابہ نے دی ہے، وہ اُن پر اس وقت عمل نہ کریں جب وہ عمل اہلِ مدینہ کے خلاف ہوں بلکہ عمل اہل مدینہ کے مطابق ہی عمل کریں۔ خود امام مالکؒ نے ہارون الرشید کو ایسا کرنے سے منع کر دیا حالانکہ اس نے ان سے اس کا مطالبہ کیا تھا ۔ انہوں نے کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر گروہ کے پاس وہ علم ہو گیا جو دوسروں کے پاس نہیں ہے " اس سے معلوم ہُوا کہ عملِ اہلِ مدینہ ان کے نزدیک پوری اُمت کے لئے ایسی حجت نہ تھا جس کے سب پابند ہوں ۔ اسے انہوں نے صرف اپنے لئے اختیار کیا تھا ۔ کیونکہ انہوں نے اپنے ہاں کے علماء کا عمل اسی کے مطابق پایا تھا۔ مُوطاُ یا کسی دوسری کتاب میں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اس کے علاوہ کسی دوسری چیز پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ مجرد طور پر یہ بتاتے ہیں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہمارے شہر والوں کا عمل ہے۔" [1]

(ب) دوسرا اس پہلو سے کہ اہلِ مدینہ کا سارے کا سارا عمل عہدِ صحابہ سے منقول ہو۔ یہاں وہ بتاتے ہیں کہ اہلِ مدینہ کا عمل دو طرح کا ہے۔

ایک وہ عمل جس کی ابتداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول کسی قول، فعل یا تقریر سے ہوئی تھی یا اس چیز کی روایت سے کہ کسی کام کرنے کا سبب موجود تھا لیکن آپؐ نے اسے ترک کر دیا۔ اس کی مثالوں کا ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں:

"عموماً یہ ایک محال بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ سے ان کے اپنے زمانہ تک نقل یا پیہم عمل کی بدولت ان کا کسی چیز پہ اجماع ہو اور صحیح و ثابت شدہ سنت سے اس کی مخالفت ہوتی ہو۔" [2]

دوسرا وہ جس کا ذریعہ اجتہاد و استدلال تھا۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں:۔

"جھگڑا اور بحث و مناظرہ جو ہے اسی کے بارے میں ہے ..... ان کے اجتہاد کو کسی معصومیت کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ خرید و فروخت میں مجلس کے اختیار کے باطل ہونے، (نماز کو ختم کرتے وقت) صرف ایک طرف سلام پھیرنے، صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت کرنے، نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کو ترک کرنے، مفصّل سورتوں میں سجدہ نہ ماننے اور سورۂ فاتحہ سے پہلے دعائے استفتاح اور اعوذ باللہ کو ترک کرنے وغیرہ میں ان کا اجماع کسی نقل یا پیہم عمل کی وجہ سے نہیں ہے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ ان کے اُن بزرگوں کا عمل ان کے اس اجماع کے خلاف ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے علم کو ایسے منتقل کیا کہ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ ایسی صورت میں

---

[1] اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۳۶۳   [2] اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۳۶۷

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس علم کو ترک کر دینا وہ پیہم عمل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک چلا آ رہا ہے؟ یہ محال بات ہے، البتہ ان کا صاع اور مُد وغیرہ کی مقدار کو نقل کرنا اور سبزیوں پر زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا صحیح ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کسی سنت سے مخالفت نہیں ہوتی۔"

آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

"سب جانتے ہیں کہ مدینہ میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کا زمانہ گزرنے کے بعد عمل اس میں پائے جانے والے مفتیوں، امراء اور بازاروں کے محتسبوں کے مطابق رہا ہے کیونکہ رعیت اُن کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی تھی۔ جب مفتی حضرات فتویٰ دے دیتے تو والی (حاکم) اسے نافذ کر دیتا، محتسب اس پر عمل کرتا اور وہ (اہل مدینہ کا) عمل بن جاتا۔ یہ وہ عمل ہے جو اگر سنت کے خلاف ہو تو اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے گی، نہ کہ وہ عمل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول چلا آ رہا ہو کیونکہ وہ تو خود سنت ہے۔ اس لئے ان دونوں قسم کے عملوں کو خلط ملط نہیں کیا جائے گا۔ اِس عمل کو حُکم مانتے ہیں اور اُس عمل کو چھوڑنے میں ہم سب سے پیش پیش ہیں۔"[1]

خلاصہ یہ ہے کہ مالکیہ اور دوسروں کے مابین اختلاف اہلِ مدینہ کے اس عمل کو حجت ماننے میں نہیں ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے صحیح ذریعہ سے منقول ہو اور یہی وہ عمل ہے جس کے خلاف کوئی صحیح حدیث نہیں پائی جا سکتی۔ سارا اختلاف ان کے اُس عمل کو حجت ماننے میں ہے جس کی بنیاد صحابہ کرام کے بعد اجتہاد و استدلال پر ہو۔ یہ ان کے نزدیک حجت ہے اور وہ اس سے اخبار آحاد کو رد کر دیتے ہیں اور دوسرے

---

[1] اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۳۷۵

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک وہ حجت نہیں ہے اور اس بارے میں ان کا (یعنی مالکیہ کا) یہ اصول صحیح نہیں ہے۔ خود مالکی علماء میں سے بعض اہل تحقیق ـــ جیسے ابوالولید الباجی اور قاضی عبدالوہاب ـــ اس چیز کا انکار کرتے ہیں کہ اہلِ مدینہ کا اجتہاد و استدلال پر مبنی یہ عمل امام مالکؒ کے نزدیک حجت تھا۔[1]

[1] شیخ ابوزہرہؒ کی کتاب "الشافعی" ص ۲۷۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم
۲

ضعیف احادیث کو صحیح قرار دینے کے لئے حنفی علماء کے چند تازہ اصُول

گزشتہ باب میں ہم نے حنفیہ کے جن اصولوں کا ذکر کیا، ان کا تعلق محدثین کی صحیح احادیث کو ناقابلِ قبول بنانے سے تھا۔ ذیل میں ہم چند ایسے اصولوں کا ذکر کرتے ہیں جنہیں ان دونوں بعض حنفی علماء نے اس لئے ایجاد کیا ہے کہ اپنی ضعیف احادیث کو صحیح ثابت کر سکیں۔

۱۔ ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اگر کسی حدیث سے کوئی معروف امام استدلال کر لے تو وہ صحیح قرار پا جاتی ہے [۱]

اس اصول سے ان کا مقصد اُن بہت سی احادیث کو صحیح قرار دینا ہے جو ان کے مذہب میں پائی جاتی ہیں۔ جیسے یہ حدیث کہ "دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے"۔ ان کے اس اصول کو اس لئے تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ ہو سکتا ہے کہ کسی امام نے کسی ضعیف حدیث سے استدلال محض احتیاط کے طور پر کیا ہو جب کہ زیرِ بحث مسئلہ میں اسے اس سے قوی تر کوئی اور حدیث نہ ملی ہو اور وہ اس کی نگاہ میں قیاس سے بہتر ہو یا اُسے اسی قسم کی کوئی اور معذوری در پیش ہو۔ شیخ محمد ناصر الدین البانی "شرح

---

[۱] شرح موطأ امام مالکؒ کے مقدمہ میں مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ لکھتے ہیں:
"کوئی معروف امام کسی حدیث پر عمل کر لے تو یہ اس حدیث کو صحیح قرار دینے کے لئے کافی ہے خصوصاً اس امام سے موافقت کرنے اور اس کی تقلید کرنے والوں کیلئے بلکہ وہ محدثین کی تصحیح سے بالا تر ہے۔ (ص ۱۲۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ طحاویہ" پر اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

"اس قاعدہ سے ان کا مقصد یہ ہے کہ محدثین نے جو اُن کی بہت سی احادیث کو معلول (علت والی) ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، اس کی تردید کے لئے راستہ ہموار کیا جائے۔"

پھر شیخ محمد ناصر الدین البانی اپنے ہم عصر ایک حنفی عالم کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"ہر وہ حدیث جس کا ذکر (امام) محمد بن الحسنؒ یا محدث طحاویؒ نے کیا ہے اور اُسے انہوں نے حجت سمجھا ہے، اس اصول کی رُو سے وہ صحیح حدیث ہے کیونکہ یہ دونوں مجتہد محدث تھے۔"

پھر اس کی تردید کرتے ہوئے شیخ البانیؒ کہتے ہیں :

"یہ صاحب یہ فرماتے ہیں حالانکہ (امام) محمد بن الحسنؒ فقہ میں اونچا مقام رکھنے کے باوجود محدثین کے نزدیک اپنے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف قرار دیئے گئے ہیں جیسا کہ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں یہ بات نقل کی ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

پھر وہ کہتے ہیں :

"ممکن ہے حنفی علماء ان احادیث کے دفاع میں جن سے ان کے ائمہ نے استدلال کیا ہے اور محدثین نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ کہیں، جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے "مرقاۃ" میں کہا ہے، کہ ائمہ نے ان سے استدلال اس لئے کیا کہ وہ ان کے نزدیک صحیح سندوں کے ساتھ ثابت تھیں، لیکن وہ بعد میں اس لئے ضعیف ہو گئیں کہ ان کی سندوں میں بعض غیر معروف راوی آ گئے اور وہ متأخرین محدثین تک ان ہی کے ذریعہ سے پہنچیں۔ یہ سراسر ایک احتمال ہے اور نرے احتمالات سے احادیث صحیح قرار نہیں پاتیں۔ ائمہ کے ان سے استدلال کرنے میں بعض مجبوریاں ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- ان حضرات نے دوسرا اصول یہ ایجاد کیا ہے کہ "حدیث چاہے مُرسَل ہو لیکن وُہ اس وقت صحیح قرار پاجاتی ہے جب دوسری اور تیسری بلکہ چوتھی صدی کے لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہو"

اس سے ان کا مقصد۔ جیسا کہ شیخ البانی اپنے مذکورہ بالا مقدمہ میں کہتے ہیں۔ یہ ہے کہ اگر ان کے کسی امام نے جو ان تین صدیوں کے لوگوں میں سے ہو، کسی حدیث کو بغیر کسی سند کے بھی بیان کردیا تو وُہ ان کے نزدیک حجت ہے جس سے شرعی حکم ثابت ہوجاتا ہے اور اگر محدثین اس کے بارے میں یہ کہیں کہ یہ بے بنیاد ہے تو وُہ اس قاعدہ سے محدثین کا منہ بند کردیں۔ یہ ایک نہایت ہی خطرناک اصول ہے جس سے علماء کے اس مسلمہ قاعدہ کی نفی ہوتی ہے کہ "سند دین میں مطلوب اور اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اور حدیث وروایت کے سارے علم کا دارومدار اسی پر ہے۔

پھر کیا ان کے اس اصول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو محدثین ان صدیوں میں پائے گئے (امام بخاریؒ، مسلمؒ اور سنن اربعہ کے مصنفین سب ان ہی میں سے ہیں) اگر ان میں سے کوئی یہ کہہ دے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور کوئی سند بیان نہ کرے تو اس کا وہ کہنا صحیح حدیث قرار پاجائے گا؟ تو پھر سند کی کیا ضرورت اور کیا قیمت رہی؟ گویا محدثین نے سندوں کی تلاش اور انہیں کھنگالنے میں جو وقت صرف کیا، سب بیکار کام میں صرف کیا اور جھک ماری۔

فائدہ: صوفیہ کے ہاں حدیث کی صحت کو جاننے اور اسے ثابت قرار دینے کے لیے ایک اور قاعدہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اہلِ کشف والہام میں سے کوئی شخص اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں سن لے۔ ان کے شیخ اکبر ابن عربی طائی کی کتابوں "الفتوحات المکیہ" اور "فصوص الحکم" میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جو سب باطل اور بے بنیاد ہیں۔ یہاں ہم ان سے کوئی تعرض کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارے لیے یہ جان لینا کافی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حدیث کی صحت کا دارومدار کشف و الہام اور خوابوں پر نہیں بلکہ علم، صدق، بیداری اور چوکنے پن پر ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

صحت وشہرت کے لحاظ سے

کتب حدیث کے طبقات

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے صحت و شہرت کے لحاظ سے کتب حدیث کو پانچ طبقات پر تقسیم کیا ہے۔ ان کے بارے میں انہوں نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں جو عبارت تحریر کی ہے اس کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :

۱ : پہلے طبقہ میں صرف تین کتابیں آتی ہیں : موطاؑ امام مالکؒ ، صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ۔

۲ : دوسرے طبقہ میں وہ کتابیں آتی ہیں جو موطاؑ اور صحیحین کے مقام کو تو نہیں پہنچ سکیں، لیکن ان کا مرتبہ ان کے بعد کا ہے۔ ان کے مصنفین فنون حدیث میں وثوق، عدالت، حفظ اور تبحر میں معروف حیثیت رکھتے تھے اور ان ہی کی احادیث پر عام علوم کی بنیاد ہے جیسے سنن ابوداود، جامع ترمذی اور مجتبیٰ نسائی، مسند امام احمدؒ کا شمار بھی اسی طبقہ میں کیا جا سکتا ہے۔ [1]

۳ : تیسرے طبقہ میں وہ مسانید، جوامع اور مصنفات آتی ہیں جن کی تصنیف بخاری ومسلم سے پہلے یا ان کے بعد ہوئی اور ان میں صحیح، حسن، ضعیف، معروف،

---

[1] متأخرین علمائے حدیث عام طور پر "سنن ابن ماجہ" کو اس طبقہ میں شمار کرتے ہیں۔ معلوم نہیں شاہ صاحبؒ نے اسے کیوں نظر انداز کر دیا؟ ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کتاب میں ضعیف احادیث کی کثرت ہے، جیسا کہ آپ کو آگے چل کر معلوم ہو گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غریب، شاذ، منکر، خطا، صواب، ثابت اور مقلوب ہر طرح کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ جیسے مسند ابو یعلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند طیالسی اور بیہقی، طحاوی اور طبرانی کی کتابیں۔

۴ : چوتھے طبقہ میں وہ کتابیں آتی ہیں جن کے مصنفین کا کئی نسلیں گزر جانے کے بعد مقصد یہ تھا کہ جو احادیث پہلے دو طبقات میں نہیں پائی جاتیں بلکہ ابھی تک سامنے نہ آسکنے والے مجموعوں اور مسندوں میں پائی جاتی ہیں، انہیں یکجا کر کے سامنے لایا جائے، کیونکہ ابھی تک وہ زیادہ تر اُن لوگوں کی زبان پر گردش کر رہی تھیں جن کی احادیث کو محدثین نے قبول نہیں کیا تھا۔ جیسے ابن حبان اور کامل بن عدی کی کتاب "الضعفاء"، خطیب (البغدادی)، ابونعیم (اصفہانی)، جوزقانی، ابن عساکر، ابن نجار اور دیلمی کی کتابیں۔ مسند خوارزمی[1] کا شمار بھی اسی طبقہ میں ہو سکتا ہے۔

۵ : پانچویں طبقہ میں وہ احادیث آتی ہیں جو فقہاء، صوفیہ، مورخین اور اسی طرح کے بعض لوگوں کی زبانی لوگوں میں شہرت رکھتی تھیں اور ان کی پہلے چار طبقات میں کوئی اصل نہ تھی۔ ان میں وہ احادیث بھی تھیں جنہیں بعض عربی زبان کے ماہر لیکن فاسق و فاجر لوگوں نے کتابوں کے اندر داخل کر دیا اور اُن کی کوئی ایسی قوی سند بنا کر بیان کر دی جس پر جرح نہیں کی جا سکتی اور ان کی عبارتوں میں ایسی بلاغت رکھ دی جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہونا بعید نہیں تھا۔ اسی وجہ سے اُن کی یہ احادیث اسلام میں سخت مصیبت کا باعث بنیں۔

---

[1] ان خوارزمی سے مراد مشہور محدث محمد برقانی خوارزمی ہیں جن کی وفات ۴۲۵ھ میں ہوئی۔ ان سے مراد وہ ابو مؤید محمد بن محمود خوارزمی نہیں ہیں جن کی وفات ۶۶۵ھ میں ہوئی اور جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی پندرہ مسندوں کو "جامع المسانید" کے نام سے جمع کیا اور وہ آج "مسند ابی حنیفہ" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ ان مسندوں میں بعض کا زمانہ تیسری یا چوتھی صدی بلکہ اس کے بھی بعد کا ہے۔ اسکا ذکر شاہ صاحبؒ نے نہیں کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں :

"محدثین کا اعتماد پہلے اور دوسرے طبقات ہی کی احادیث پر ہے اور اُن ہی سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ تیسرے طبقہ کی احادیث پر عمل کرنے اور انہیں اختیار کرنے کا کام صرف وہ انتہائی مہارت رکھنے والے محدثین کرتے ہیں جنہیں راویوں کے نام اور حالات یاد ہوں اور انہیں حدیث کی علتوں کا پتہ ہو۔ ہاں بعض اوقات ان سے شواہد و متابعات لے لئے جاتے ہیں: وقد جعل اللہ لکل شیئٍ قدرًا۔ چوتھے طبقہ کی احادیث کو جمع کرنے اور اُن سے استنباط کرنا ایسا کام تھا جس میں متاخرین نے غوطہ زنی کی، اور اگر تم سچ پوچھو تو روافض و معتزلہ میں سے اہلِ بدعت لوگ اگر چاہیں تو ان سے اپنے مذاہب کے لئے شواہد نکال سکتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعہ علمائے حدیث کا اپنے معرکوں میں تقویت حاصل کرنا صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔"

ذیل میں ہم پہلے دو طبقات کی کتابوں کا شاہ صاحبؒ ہی کی دی ہوئی ترتیب کے مطابق ذرا تفصیل سے تعارف کراتے ہیں :

۱ : موطأ امام مالکؒ (ف ۱۷۸ھ)

علماء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ یہ حدیث کی سب سے پہلی کتاب ہے جو دوسری صدی کی کتابوں میں سے ہم تک پہنچی۔ اس کے بارے میں امام مالکؒ خود فرماتے ہیں :

"میں نے اپنی اس کتاب کو مدینہ کے ستّر فقہا کے سامنے پیش کیا اور سب نے اس پر میری موافقت کی تو میں نے اس کا نام "موطأ" (ہموار شدہ) رکھا۔"

امام مالکؒ نے اس کو ترتیب دینے اور اس میں صحیح احادیث کو درج کرنے کا کام

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتہائی محنت اور جانفشانی سے کیا یہاں تک کہ مشہور یہ ہے کہ وہ چالیس سال تک اسے سنوارنے اور اس کی احادیث کو کھنگالنے میں لگے رہے۔ اس میں انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ کہ اسے انہوں نے علم کے مختلف ابواب پر تقسیم کیا اور ہر باب کے تحت پہلے وہ احادیث درج کیں جن کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، پھر صحابہ و تابعین کے آثار نقل کیے اور بعض ابواب میں عمل اہل مدینہ کی طرف بھی اشارہ کیا، اگر ان ابواب میں وہ اخبار آحاد ہوئیں۔ جو عمل اہل مدینہ کے خلاف پڑتی ہوں۔

شاہ ولی اللہؒ "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں:

"(امام) شافعیؒ نے کہا کہ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے صحیح کتاب "موطا" ہے[1]

"محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں جو کچھ ہے وہ امام مالکؒ اور ان سے موافقت کرنے والوں کی رائے میں صحیح ہے۔ دوسروں کی رائے کے مطابق اس میں جو مرسل اور منقطع روایات ہیں، دوسرے ذرائع سے ان سب کی سند متصل ہے، لہٰذا وہ (بھی) اس لحاظ سے صحیح ہیں۔"

اس میں کل ۶۰۰ متصل مرفوع احادیث، ۲۲۲ مرسل احادیث، ۶۱۲ موقوف احادیث اور ۲۸۵ تابعین کے اقوال ہیں۔

اس لحاظ سے وُہ بیک وقت حدیث کی کتاب بھی ہے اور فقہ کی بھی، جیسا کہ خود امام مالکؒ بیک وقت حدیث اور فقہ کے امام تھے۔ اس کی کئی شرحیں ہیں جن میں مشہور امام ابوالولید الباجی (ف ۴۹۴ھ) کی "المنتقی"، مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ (ف ۱۴۰۲ھ) کی "اوجز المسالک" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (ف ۱۱۷۶ھ) کی "المسوی" ہیں۔

---

[1] امام شافعیؒ کا یہ قول اس وقت کا ہے جب صحیحین ابھی وجود میں نہیں آئی تھیں اس وقت احادیث و سنن کی اور بھی کئی کتابیں تصنیف ہو چکی تھیں جیسے امام ابن جریج اور ابن اسحاق کی کتابیں اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ، لیکن موطا کا مقام ان سب سے بلند تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲: صحیح امام بخاریؒ (ف ۲۵۶ھ)

یہ اسلام کی پوری تاریخ میں ظاہر ہونے والی سب سے پہلی کتاب ہے جس کے مؤلفؒ نے اس چیز کا التزام کیا کہ وہ اپنی کتاب میں وہی حدیث لائیں گے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایسی متصل ہو کہ اس کے راویوں میں ضبط و عدالت کی شرائط زیادہ سے زیادہ پائی جائیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی اس کتاب کا نام "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ و ایامہ" رکھا۔ وہ کسی راوی کی روایت قبول کرنے میں اس کو کافی نہ سمجھتے تھے کہ اس کی اپنے شیخ (جس سے اس نے روایت لی) سے معاصرت ثابت ہو بلکہ وہ اس چیز کو بھی ضروری سمجھتے تھے کہ اس کی اپنے شیخ سے سماعت اور ملاقات کا ثبوت ملے۔ ان دقیق شروط کی حامل یہ سنت کی پہلی کتاب ہے جس میں کوئی ضعیف یا حسن درجہ کی حدیث نہیں پائی جاتی بلکہ اس کی سب کی سب احادیث صحیح ہیں۔ اس میں کسی حدیث کو درج کرنے سے پہلے امام بخاریؒ غسل فرماتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے اسے درج کرنے کے بارے میں استخارہ کرتے۔ انہوں نے اس کے تراجم (عناوین) کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کے درمیان روض الجنہ میں بیٹھ کر دی۔ اسے اُن سے نوے ہزار سے زائد لوگوں نے کسی واسطہ کے بغیر براہِ راست سنا۔ ان کی کوشش یہ ہوتی کہ جہاں تک ممکن ہو اُس صحابی کی روایت لی جائے جس کے تابعین میں سے کم از کم دو یا اس سے زیادہ راوی ہوں اور ایسا نہ ہو سکنے کی صورت میں وہ اس صحابی کی روایت لیتے تھے جس کا تابعین میں سے صرف ایک راوی ہوتا تھا۔ پھر انہوں نے سوچا کہ ان کی اس کتاب کو فقہی فوائد اور احکام سے متعلق قیمتی نکات سے خالی نہیں رہنا چاہیئے، چنانچہ اپنے فہم کے مطابق انہوں نے اس کے متون سے بہت سے معانی کا استنباط کیا جنہیں انہوں نے مختلف ابواب میں مناسب مواقع پر تقسیم کر دیا۔ اس میں انہوں نے احکام سے متعلق آیات پر بھی توجہ دی اور ان سے قیمتی مطالب اخذ کئے جن سے اُن کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر میں گراں قدر مدد ملتی ہے۔ اس طرح ان کی یہ کتاب بیک وقت حدیث اور فقہ دونوں کی کتاب بن کر سامنے آئی، جیسا کہ وہ خود حدیث اور فقہ میں بیک وقت امام بلکہ امیر المومنین کی حیثیت رکھتے تھے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو امام مالکؒ کے بعد کسی کو نصیب نہ ہو سکی تھی۔ اس کتاب کو ترتیب دینے کا خیال ان کے ذہن میں کیسے آیا؟ اس کا جواب انہوں نے یہ کہہ کر خود دیا ہے کہ "ہم اسحاق بن راہویہؒ (ان کے استاذ) کے پاس تھے۔ انہوں نے کہا: کاش تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کا ایک مختصر مجموعہ تیار کرتے۔" ان کی یہ بات میرے دل کو لگی، چنانچہ میں اس جامع صحیح کو جمع کرنے میں لگ گیا۔" اس کا سبب وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اور میں آپ سے (مکھیاں وغیرہ) ہٹا رہا ہوں۔" میں نے خواب کی تعبیر کرنے والے حضرات سے اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ ہٹائیں گے، اور اسی چیز نے مجھے اس جامع صحیح کو سامنے لانے پر آمادہ کیا۔"

پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جن جن ممالک میں پھیل گئے تھے وہاں کے معتبر اور مشہور ترین علمائے حدیث سے احادیث لے کر جمع کرنے میں مسلسل سولہ سال صرف کیے، انہیں چھانا پھٹکا اور صحیح احادیث کو دوسری احادیث سے الگ کیا۔ یہ سب کچھ کر لینے کے بعد انہوں نے اپنی اس کتاب کو امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ، علی المدینیؒ اور دوسرے بڑے ائمۂ حدیث کے سامنے پیش کیا۔ ان سب نے اسے پسند کیا اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی، سوائے چار حدیثوں کے جن کے بارے میں عقیلیؒ کہتے ہیں کہ "ان میں بھی قول بخاریؒ ہی کا قول تھا اور وہ سب صحیح ہیں۔" ہر زمانہ کے علماء نے اس کا قبولِ عام سے استقبال کیا اور سب گواہ ہوئے کہ اسے حدیث کی پہلی تمام کتابوں پر فوقیت کا مرتبہ حاصل ہے۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں "امام بخاریؒ کی جامع صحیح اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد اسلام کی سب سے افضل اور بلند مرتبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے والی کتاب ہے۔ اسے سننے کے لئے اگر کوئی شخص ہزاروں فرسخ کا فاصلہ بھی طے کر لے تو اس کا سفر رائگاں نہ جائے گا۔"

تمام علماء، چاہے وہ حدیث سے تعلق رکھتے ہوں یا فقہ سے، اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری صحیح ترین کتاب ہے۔ اس پر ان کا ایک طرح سے اجماع ہے۔ صحیح بخاری کی شرح "عمدۃ القاری" کے مصنف علامہ بدر الدین العینی الحنفیؒ کہتے ہیں:

"مشرق و مغرب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ کی کتاب کے بعد بخاری اور مسلم سے زیادہ صحیح کتاب کوئی نہیں ہے۔ مغرب (اندلس و مراکش) کے بعض علماء نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے تاہم جمہور علماء بخاری ہی کو مسلم پر ترجیح دیتے ہیں۔"

اسی کی تصریح ملا علی قاریؒ نے مشکوۃ المصابیح پر اپنی شرح "المرقاۃ" میں کی ہے۔[۱]

بعض علمائے مغرب نے صحیح بخاری پر صحیح مسلم کو ترجیح ایک تو اس لحاظ سے دی ہے کہ صحیح مسلم میں احادیث کی ترتیب زیادہ موزوں ہے اور دوسرے اس لحاظ سے کہ امام مسلمؒ نے ایک حدیث کو ایک ہی جگہ پر مکمل طور پر بیان کر دیا ہے اور امام بخاریؒ کی طرح اسے کئی جگہوں پر تقسیم نہیں کیا۔ صحت اور ثبوت کے اعتبار سے کسی دو کے درمیان اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ صحیح بخاری کا مقام صحیح مسلم سے اونچا ہے۔ اسی لئے تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری کی احادیث سے علم یقین حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ وہ قطعی ہیں کیونکہ ہر دینی معاملہ میں معتبر اجماع اہل علم ہی کا اجماع ہوتا ہے نہ کہ متکلمین اور اطبار کا۔

صحیح بخاری کی احادیث پر جو یہ صحت اور قطعیت کا حکم لگایا گیا ہے وہ اسّی ۸۰

---

[۱] مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ص ۳۱۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں جن پر امام دارقطنیؒ نے تنقید کی ہے کیونکہ ہو نے یہ تنقید صرف اس لحاظ سے کی کہ ان کے بعض راوی امام بخاریؒ کی شرطوں کے مطابق اعلیٰ ترین مرتبہ کے نہیں ہیں۔ اس تنقید کا جواب بھی حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایسا دے دیا ہے کہ اس میں کوئی وزن باقی نہیں رہا۔

صحیح بخاریؒ کے اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بحیثیت مجموعی یہ دوسری کتابوں کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے، جیسا کہ بعض حنفی علمائے نے بلا دلیل یہ دعویٰ کیا ہے[1]، بلکہ اس کا مطلب یہی اور صرف یہی ہے کہ اس کی ہر حدیث دوسری کسی بھی کتاب کی ہر حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ اس کی تصریح امام بخاریؒ نے خود کی ہے اور اس پر دوسرے تمام ائمہ حدیث نے ان سے اتفاق کیا ہے۔ البتہ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث سے مراد وہ مسند حدیث ہے جس کی روایت امام بخاری نے اپنی شرطوں کے مطابق متن میں کی ہے، نہ کہ اس میں پائی جانے والی ہر حدیث چاہے اس کا ذکر بطور معلق[2] کیا گیا ہو۔ ایسی کسی معلق حدیث کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ بھی دوسری ہر کتاب کی حدیث سے زیادہ یا اس کے برابر صحیح ہو۔ ان معلق احادیث کا تذکرہ امام بخاری بعض ابواب کے تراجم (عنوانات) کے تحت کرتے ہیں۔ ان میں صحیح احادیث بھی ہیں اور غیر صحیح بھی۔ یہیں سے بعض حنفی علمائے نے لوگوں کو یہ کہہ کر مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ "بخاری میں بالاتفاق ضعیف احادیث موجود ہیں"[3] یہ ان حضرات کا سراسر مغالطہ ہے اور وہ اسے خوب سمجھتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے عافیت کے طلب گار ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ شاہ ولی اللہ کے اس قول کی زد میں نہ آئیں جس کا تذکرہ انہوں نے صحیح بخاری و مسلم پر کلام کرتے ہوئے یوں کیا ہے: "ان کل من یھوّن امرھما فھو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین" (جو شخص ان دونوں کتابوں کو ہلکا کرکے دکھاتا

---

[1] مقدمہ اوجز المسالک، ص ۴۴
[2] معلق کی تعریف کے لئے دیکھئے: ص ۳۹
[3] مقدمہ اوجز المسالک ص ۳۸

04780

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ بدعتی اور اہل ایمان کے راستہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے راستہ کا چلنے والا ہے)۔

اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کا فیصلہ اجتہاد سے کیا جاتا ہے اس لئے احادیث کو صحیح قرار دینے میں امام بخاری کا فیصلہ دوسروں سے مختلف ہو سکتا ہے، تو یہ بات اس لئے غلط ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کا فیصلہ محدثین اپنے اجتہاد و استنباط سے نہیں کرتے جیسا کہ جو شرعی احکام کتاب وسنت میں نہیں پائے جاتے، ان کی بنیاد فقہاء اپنے اجتہاد و استنباط پر رکھتے ہیں۔ کیونکہ حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا دارو مدار اُن اوصاف پر ہے جو ان کے صحیح یا ضعیف ہونے کا تقاضا کرتے ہیں اور وہ ایسے اوصاف ہیں جن کا سننے اور دیکھنے کی حس کے ذریعہ ادراک ہو جاتا ہے اسی طرح ایک راوی کے دوسرے راوی کے ساتھ ہم عصر ہونے اور دونوں کے درمیان ملاقات ہونے کا معاملہ بھی کسی اجتہاد و قیاس یا ظن و تخمین کا محتاج نہیں ہے۔ اس لئے فقہاء کے اجتہادات میں اور احادیث کو صحیح یا غیر صحیح قرار دینے میں کھلا کھلا فرق ہے۔ یہ ایک دوسرا مغالطہ ہے جسے بعض علماء عوام کو دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ صحیح بخاری کی احادیث کو مختلف فیہ بنا کر ان کا اپنی "مشہور احادیث" سے معارضہ کر سکیں اور پھر اپنی احادیث کو ان پر ترجیح دے سکیں، لیکن "ماھکذا یاسعد تورد الابل"۔

بہرحال اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ بخاری میں جو ہے، صحیح ہے اور یہ کہ اس میں (یعنی اس کے متن میں) کوئی حدیث ضعیف ہے اور نہ مختلف فیہ۔

جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے، صحیح بخاری میں احادیث کی کل تعداد، معلقات، متابعات اور موقوفات کو چھوڑ کر تکرار کے ساتھ ۷۳۹۷ اور بغیر تکرار کے ۲۶۰۲ ہے۔ اس کی شرحوں کی تعداد ۸۲ تک پہنچی ہے جن میں سب سے مشہور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (ف ۸۵۲ھ) کی "فتح الباری" ہے اور پھر علامہ بدرالدین عینی مصریؒ (ف ۸۵۵ھ) کی "عمدۃ القاری"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳: صحیح امام مسلمؒ (ف ۲۶۱ھ)

جمہور فقہاء و محدثین کے اتفاق کے مطابق یہ صحیح بخاری کے بعد حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح اور بلند مقام رکھنے والی کتاب ہے۔ صحیح بخاری کو اس پر ترجیح مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے دی گئی ہے:

۱۔ امام بخاریؒ نے یہ شرط رکھی ہے کہ راوی جس سے روایت کرے، اس سے اس کی ملاقات اور سماعت ثابت ہو۔ امام مسلم دونوں کے درمیان معاصرت کو کافی سمجھتے ہیں۔

۲۔ اگر کسی معروف محدث ــ جیسے امام زہریؒ اور امام مالکؒ ــ کے شاگردوں کے پانچ طبقات ہوں، تو امام بخاریؒ کوشش کرتے ہیں کہ حدیث پہلے طبقہ ہی کے شاگردوں سے لی جائے جن کی اس محدث کے ساتھ سفر و حضر میں صحبت زیادہ لمبے عرصہ تک رہی ہو اور دوسرے طبقہ کے شاگردوں سے حدیث کو صرف متابعت (تایید) کے لیے لیا جائے۔ اس کے بالمقابل امام مسلمؒ حدیث دوسرے طبقہ کے شاگردوں سے لیتے ہیں اور تیسرے طبقہ کے شاگردوں سے اسے برائے متابعت لیتے ہیں۔

۳۔ صحیح بخاری میں فقہی استنباطات اور احکام سے متعلق بہت سے مفید نکات پائے جاتے ہیں جو صحیح مسلم میں نہیں ہیں۔

۴۔ صحیح بخاریؒ کی جن احادیث پر تنقید ہوئی، ان کی تعداد صحیح مسلم کی ایسی احادیث سے کم ہے۔ بلاشبہ صحیح مسلم میں چند ایسی احادیث موجود ہیں جن کے صحیح ہونے پر دوسرے ائمہ حدیث نے امام مسلمؒ سے موافقت نہیں کی۔ اگرچہ اُن کی تعداد دو یا تین سے زیادہ نہیں ہے، لیکن صحیح بخاریؒ میں ایسی کوئی حدیث نہیں پائی جاتی۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر اس پہلو سے خصوصیات حاصل ہے کہ امام مسلمؒ نے احادیث کی ترتیب عمدہ رکھی ہے۔ اور انہوں نے امام بخاریؒ کی طرح حدیث کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کیا ہے اور نہ سند کی تکرار کی ہے۔ بلکہ پوری کی پوری حدیث کا ایک ہی باب کے تحت ذکر کر دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم میں حدیثوں کی کل تعداد تکرار کے ساتھ ۷۲۷۵ اور بغیر تکرار کے ۴۰۰۰ ہے اس کی بھی متعدد شرحیں ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور امام نووی شافعی (ف ۶۷۶ھ) کی ہے۔ ایک شرح "فتح الملہم" کے نام سے علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۸ھ) کی بھی ہے جو غیر مکمل ہے۔

۴: سنن امام ابوداؤد (ف ۲۷۵ھ)

اس کتاب میں جتنی احادیث ہیں ان سب کا تعلق احکام (عملی مسائل) سے ہے اور ان میں سے اکثر مشہور ہیں۔ چونکہ مشہور چھ کتابوں کے مصنفین میں سے امام ابوداؤد، امام بخاری کے بعد فقہ کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، اس لیے اُن کی کتاب میں فقہ کے تقریباً سب ہی ابواب آ گئے ہیں اور وہ سب احادیث اس میں موجود ہیں جن سے مختلف فقہائے نے استدلال کیا اور ان پر احکام کی بنیاد رکھی ہے۔ ہر باب میں جس حدیث کو انہوں نے دوسری احادیث کے مقابلے میں زیادہ صحیح سمجھا، اس کا انہوں نے ذکر کر دیا ہے، اور اگر کسی حدیث میں کوئی سخت وہَن (کمزوری) ہو تو وہ اسے بھی بیان کر دیتے ہیں، اور جس حدیث کے بارے میں انہوں نے کچھ نہ بتایا ہو، وہ اُن کے نقطہ نظر سے قابلِ اعتماد ہوتی ہے۔ اصل میں ان کا مسلک یہ تھا کہ ہر اُس شخص کی روایت نقل کر دی جائے جس کے ترک پر سب کا اتفاق نہ ہو، اس لئے بعض اوقات وہ کسی ضعیف حدیث کو بھی نقل کر دیتے ہیں اور وہ اُس وقت جب اس باب میں اس کے سوا کوئی حدیث نہ ملے کیونکہ وہ اُن کی نظر میں لوگوں کی رائے سے بہتر ہے۔

اس میں حدیثوں کی کل تعداد ۴۸۰۰ ہے۔ اس کی متعدد شرحیں ہیں۔ جن میں مشہور یہ ہیں: امام منذری (ف ۳۲۸ھ) کی "معالم السنن"۔ مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی (ف ۱۳۲۹ھ) کی "عون المعبود"۔ اور مولانا خلیل احمد دیوبندی (ف ۱۳۴۶ھ) کی "بذل المجہود"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵ : جامع امام ترمذیؒ (ف ۲۷۰ھ)

یہ کتاب اسی نام سے مشہور ہے۔ اس کا دوسرا نام "سنن" بھی ہے، اگرچہ پہلا نام زیادہ مشہور ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے اور اس میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی احادیث نقل کر دی ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا ہے کہ صحت یا حسن یا ضعف کے اعتبار سے ہر حدیث کا مرتبہ کیا ہے۔ ہر باب سے متعلق صحابہ، تابعین اور مختلف ممالک کے فقہاء کا جو مسلک ہے اس کا بھی انہوں نے تذکرہ کر دیا ہے۔ حدیث کی کئی سندوں کو مختصر کر کے انہوں نے صرف ایک سند کا ذکر کیا ہے اور باقی سندوں کی طرف اشارہ کرنے کو کافی سمجھا ہے۔ کتاب کے آخر میں انہوں نے علل (علت کی جمع) سے متعلق ایک مستقل باب باندھا ہے جس میں انہوں نے اہم نکات بیان کیے ہیں۔ اس طرح اُن کی کتاب میں وہ فقہی فوائد آ گئے ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں آئے۔

اس کی متعدد شرحیں ہیں جن میں مشہور یہ ہیں: امام ابوبکر بن العربیؒ (ف ۵۴۶ھ) کی "عارضۃ الاحوذی"۔ امام سیوطیؒ (ف ۹۱۱ھ) کی "قوت المغتذی"۔ مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ (ف ۱۳۵۳ھ) کی "تحفۃ الاحوذی"۔ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ (ف ۱۳۹۷ھ) کی "معارف السنن" اگرچہ وہ صرف کتاب الحج تک ہے۔

۶ : سنن امام نسائیؒ (ف ۳۰۳ھ)

اس کا اصل نام جو امام نسائیؒ نے خود رکھا "مجتبیٰ" ہے کیونکہ پہلے انہوں نے اپنی کتاب "سنن کبریٰ" لکھی جو صحیح اور معلول دونوں قسم کی احادیث پر مشتمل تھی اور پھر اس کا "سنن صغریٰ" میں اختصار کر کے اس کا نام "مجتبیٰ" رکھا۔ بعض محدثین کہتے ہیں کہ اس کا مرتبہ صحیحین کے بعد کا ہے۔ کیونکہ سنن کی کتابوں میں سب سے کم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعیف احادیث اس میں ہیں، اس لحاظ سے یہ سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی پر مقدم ہے۔
امام سیوطیؒ (ف ۹۱۱ھ) نے اس کی ایک مختصر شرح لکھی اور اس کا نام "زھر الربی علی المجتبیٰ" رکھا۔ شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھیؒ (ف ۱۱۳۸ھ) نے بھی اس کی ایک مختصر شرح لکھی جس میں انہوں نے صرف اس کے مشکل الفاظ کی تشریح کی اور اُن کو زیر زبر لگائے۔ اس زمانہ میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ (ف ۱۴۰۸ھ) نے بھی "التعلیقات السلفیۃ" کے نام سے اس کی مختصر شرح لکھی ہے۔

۷: سنن ابن ماجہؒ (ف ۲۷۲ھ)

مندرجہ بالا تینوں سنن کی طرح اس کی تالیف بھی ابواب پر ہوئی۔ اور اس کا درجہ ان سب کے بعد کا ہے کیونکہ مشہور یہ ہے کہ جس حدیث میں یہ منفرد ہو، وہ ضعیف ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات علی الاطلاق نہیں کہی جا سکتی کیونکہ بہت سی احادیث ایسی ہیں جن میں یہ منفرد ہے اور وُہ صحیح ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ اس میں ضعیف احادیث کی کثرت کی وجہ سے متقدم علمائے حدیث اسے چھ بنیادی کتابوں میں شمار نہ کرتے تھے۔ ان میں اس کا سب سے پہلے شمار ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی (ف ۵۰۷ھ) نے کیا۔
اس کی متعدد شرحیں ہیں جن میں مشہور یہ ہیں: محمد بن موسیٰ دمیری (ف ۸۰۸ھ) کی "الدیباجہ" اور امام سیوطیؒ (ف ۹۱۱ھ) کی "مصباح الزجاجہ"۔

۸: مسند امام احمد بن حنبلؒ (ف ۲۴۱ھ)

اس کی تالیف مسند کے طریقہ پر ہوئی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ ایک صحابی سے جتنی احادیث منقول ہوں، محدث ان سب کو ایک باب کے تحت جمع کر دے، چاہے وہ صحیح ہوں یا غیر صحیح اور چاہے ان میں سے ہر ایک کا مضمون یا موضوع دوسری احادیث سے مختلف ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں حدیثوں کی مجموعی تعداد چالیس ہزار ہے جن میں دس ہزار کے قریب مکرر ہیں۔ ان میں صحیح احادیث بھی ہیں، ضعیف بھی اور موضوع بھی۔ اس کا سبب امام ابن تیمیہؒ یہ بتاتے ہیں کہ: امام احمدؒ نے مسند میں یہ شرط اپنے سامنے رکھی تھی کہ جن لوگوں کا جھوٹ بولنا معروف ہو، ان سے کوئی حدیث نہ لی جائے چاہے اس میں ضعیف احادیث آجائیں۔ پھر ان کے بیٹے عبداللہ نے اس میں منکر قسم کی احادیث کا اضافہ کر دیا اور یہی کام ابوبکر قطیعیؒ نے بھی کیا۔ ان ہی اضافہ شدہ احادیث میں بہت سی احادیث موضوع ہیں۔ اب جس شخص کو پتہ نہیں وہ یہی سمجھتا ہے کہ خود امام احمدؒ نے ان احادیث کی روایت کی ہے۔

ہمارے زمانہ میں مصر کے مشہور محدث شیخ احمد محمد شاکرؒ نے اس کی تہذیب (کاٹ چھانٹ) اور اس کی ہر حدیث کا صحت کے اعتبار سے مقام بتانے کا کام شروع کیا تھا لیکن ۱۳۷۷ھ میں ان کی وفات ہو گئی۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ) اور یہ کام مکمل نہ ہو سکا۔ امام حسن البناؒ شہیدؒ کے والد شیخ احمد عبداللہ البناؒ نے اسے فقہی ابواب پر مرتب کر کے اس کی شرح لکھی جو چوبیس جلدوں میں چھپ چکی ہے اور "الفتح الربانی" کے نام سے معروف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلۃ احیاء السنۃ النبویۃ

۲

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹-- بے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر 04780

اصولِ فقہ

پر ایک نظر

محمد عاصم الحداد

www.KitaboSunnat.com

— زیرِ طبع —

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مادرِ علمی لاہور میں

صحت مند ادبی اور معیاری اسلامی کتب کا سب سے بڑا اِدارہ

◎

عربی کی نادر و نایاب کتب

اُردو کا عظیم سرمایۂ علم و دانش

انگریزی کا بہترین لٹریچر

اور

نوادراتِ
خطاطی
و
مصوری

تشریف لائیے

اور

پسندیدہ ذوق کی کتب کا انتخاب فرمائیے

شوروم

اِسلامک پبلشنگ ہاؤس

۲۔شیش محل روڈ (نزد داتا دربار) لاہور۔۲